ماہنامہ

اردو چینل

MONTHLY

URDU CHANNEL

Rs. 5

www.urduchannel.in

ادبی ماہنامہ

اردو کاؤنسل کا

اردو چینل

کتابی سلسلہ ۔ ۲

ممبئی

مدیران: عبید اعظم اعظمی
قمر صدیقی

رفقائے اردو چینل: التمش رشید، ایم اسلم، خالد صدیقی

نومبر ۱۹۹۸ء • جلد ۲

فی شمارہ: ۵روپے   سالانہ: ۵۰روپے

خط و کتابت کا پتہ:

ماہنامہ اردو چینل

۳۱۲۱/۷، گیانن کالونی، گوونڈی، ممبئی ۔ ۴۰۰۰۴۳

فون: 5577863
5587860

email: rehmanshaikh@hotmail.com

ایڈیٹر قمر صدیقی، پرنٹر پبلیشر شمس قمر صدیقی یونک پرنٹنگ پریس
شیواجی نگر گوونڈی ممبئی ۔ ۴۳ ۔ فون: 5561517
سے چھپوا کر دفتر اردو چینل سے شائع کیا۔

www.urduchannel.in

فہرست

بحث

3- ۸۰ء کے بعد کی شاعری

☆قمر صدیقی۔ وحید اختر انصاری

۸۰ء کے بعد کی شاعری

8- ☆عذرا پروین۔ حامد اقبال صدیقی۔
ریاض لطیف۔ شاہد لطیف۔ فرحان حنیف

کلچر

10- میڈونا پاپ میوزک کی دنیا میں ابلیسی عذاب
بن کر نازل ہوئی

☆دیویندر اسر

منتخب کہانی

13- رنگیلے بابو

☆پریم چند

تیلگو کہانی

20- مجھے میرا بچپن واپس دو

☆تولیٹی جگن موہن راؤ

اسلامیات

27- انٹرنیٹ، سائبر اسپیس اور اسلام

☆قمر صدیقی

نعت

28- ☆سہیل وارثی

نظمیں

29- ☆عذرا عباس، طاہر افق،

غزلیں

30- ☆عبدالاحد ساز، شمیم طارق، نظیر باقری،
عبیدا عظم اعظمی، وسیم مومن

علم عروض

33- ☆عبیدا عظم اعظمی

ترجمہ

37- ☆میرا سولو ہولب

دھنک رنگ

39- ☆التمش رشید

فلم

41- ہماری فلموں پر غیر سماجی میلانات

☆احمد یوسف

کلاسک

44- ☆اکبر الہ آبادی، حسرت، ناسخ،
سراج اورنگ آبادی

خالی پیلی

46- 1333.35 روپے والی مابعد جدیدیت

☆ایم اسلم

خطوط

47- ☆خطوط

www.urduchannel.in

۸۰ء کے بعد کی شاعری

ہماری رائے ہے کہ 80 کے بعد کی شاعری اپنے موضوعات اور اس کے Treatment کی بدولت اپنی الگ پہچان بنانے میں کامیاب ہوگی۔

آج ہمارا سماج اور ہماری تہذیب لذت پرست پاپولر کلچر Consumerism یعنی صارفت، دہشت گردی، مصلحت پسندی، MTV مائکل جیکسن میڈونا وغیرہ کی زد میں ہے اور یہ سب نہ صرف ہماری تہذیب بلکہ ہماری شناخت کو بھی نیست ونابود کردینے کی درپہ ہیں۔ 80 کے بعد کی شاعری نے ان مسائل اور حالات کے بیچ اپنی آنکھ کھولی اور ان مسائل سے براہ راست یا بالراست متاثر رہی ہے۔ مثلاً 80 کے بعد نسل دو مخصوص کیفیتوں کی شکار رہی ہے۔

شاید یہ نسل ہندوستان کی سماجی تقسیم اور مسلمانوں کے خلاف ہندو فسطائی قوتوں کے متواتر ظلم کے سبب اپنی شناخت کے طور پر وطن پرستی کے بر خلاف مذہب کو اہم سمجھنے لگی ہے۔

۱) Kleptomania:۔ یعنی کسی چیز کو چرانے کی خواہش کا مرض، Kleptomania یا پھر اس سے ملتی کیفیت کے زیر اثر یہ نسل کسی چیز کی جستجو کسی چیز کی کھوج یا پھر کسی چیز کو چرانے کی خواہش میں زندگی کے دروازے پر بار بار دستک دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔ حالانکہ یہ واضح نہیں ہے کہ یہ کیا چرائے گی خواب، بلکہ بکرانکل ہ) فسادات، عداوت،)محبک، تنزل۔ ماضی ۔۔۔۔۔۔ محبت شاید اس نسل کیلئے زیادہ Obssesion ہوگا۔

۲) دوسری کیفیت کو ہم فراریت سے ملتی جلتی کیفیت کہہ سکتے ہیں ملتی جلتی اس لئے کہ یہ کیفیت فراریت سے ذرا مختلف بھی ہے اور متنوع بھی Skepticism کے ایکدم قریب قریب کی یہ کیفیت نئے شعراء کے یہاں شدت کے ساتھ محسوس کی جاسکتی ہے۔ آج کے انسان کو داخلی تنہائی اور اجتماعی انتشار کے صحراؤں کا سفر درپیش ہے۔ آج ہمارے قدیم سماجی اقدار شکست وریخت سے گذررہے ہیں۔ -Glo balisation + industrilisation اور اس کے نتیجہ میں جنم لینے والے Consumerism یعنی صارفیت، جدید سائنسی اور فکری دریافتیں اور کمپیوٹر کلچر نے مل کر کچھ اسطرح کا ماحول بنادیا ہے کہ داخلی تنہائی اور اجتماعی انتشار کے صحراؤں کا یہ مسافر کبھی تو بے معنویت کے تاریک جنگلوں اور ایہام کے بھیانک براعظموں میں جانکلتا ہے۔ کبھی ذاتی مفادات کے زیردست آکر خودغرضی، خودلذتی اور لالچ کو خضر راہ

www.urduchannel.in

بحہ کے اپنے اطراف واکناف میں ہونے والی ناانصافیوں سے لاتعلق کا اظہار کرتا ہے اسی صورت حال کے باعث 80 کے بعد کی شاعری میں کہیں تو واضح قراریت نظر آتی ہے، کہیں بے زاری نظر آتی ہے اور کہیں جھلاہٹ کے ساتھ ساتھ احتجاجیہ انداز بیان نظر آتا ہے۔

اسی طرح یہ نسل Megalomania یعنی اپنی عظمت کے لئے بے بنیاد یقین کی شکار نہیں ہے۔ بلکہ صداقتوں کو قبول کرتی ہے۔ یہ نسل بے خوابی کی شکار نہیں ہے اور اپنے اطراف واکناف میں ہونے والی تبدیلیوں کو ان کے احوالات کو تاریخ کے صحیح شعور کے ساتھ جانچتی پرکھتی ہے۔ یہ حقیقت ہے پچھلے دس بارہ برسوں میں دنیا میں جو نمایاں تبدیلیاں ہوئیں ہیں وہ انسان اور انسانیت کی بہبود کیلئے بہت زیادہ حوصلہ بخش نہیں ہیں نتیجتاً یہ نسل Melancholia یعنی ناامیدی اور غم گینی کی مسلسل برقرار رہنے والی حالت سے دوچار ہے۔

80 کے بعد کی شاعری کا بیشتر حصہ وجودی مسائل کا اظہار ہے آج ہمارے بہت سارے خواب، بہت ساری سرگوشیاں، بہت ساری خواہشیں پوسٹ ماڈرن سسٹم کے دلدل میں دھنسی جارہی ہیں۔ ہمارا پورا وجود انتشار کا شکار ہے۔ رائج معاشی، سیاسی اور ثقافتی ڈھانچوں نے ہمیں ایک Market Product بنادیا گیا ہے۔۔۔۔۔ اب وجودی ناآسودگی ہمارا مقدر ہے۔

یہ نسل Amnasia یعنی قوت یادداشت کے خاتمہ کی شکار نہیں ہے۔ بلکہ ہم عصر رجحانات، نظریات کے ساتھ مذہب کے گہرے شعور کی حامل ہے۔ شاید یہ نسل ہندوستان کی سماجی تقسیم اور مسلمانوں کے خلاف ہندوفسطائی قوتوں کے متواتر ظلم کے سبب اپنی شناخت کے طور پر وطن پرستی کے برخلاف مذہب کو اہم سمجھنے لگی ہے۔

80 کے بعد کی شاعری رشتوں کی شکست وریخت کی شاعری ہے آج دنیا جتنی سکڑتی جارہی ہے فرد سے فرد کی دوری اتنی بڑھتی جارہی ہے۔ آج رشتے چاہے وہ جس نوعیت کے ہوں ان میں اب پہلے سی پختگی باقی نہیں رہی ہے۔ لہذا 80 کے بعد کے شعراء کے یہاں رشتوں کی شکست وریخت کا احساس ہے ان کے یہاں دھوکے میں رہنے کے بجائے رشتوں کی بے معنویت کی گونج ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ 80 کے بعد اچانک بہت اچھا لکھا جانے لگا ہے۔ بلکہ یہ بحث کا موضوع بھی نہیں ہے کہ اچھے اور خراب کا فیصلہ تو آنے والا وقت کرے گا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ 80 کے بعد کے شعراء کے یہاں ہم عصر نظریات رجحانات اور پل پل ہو رہی تبدیلیوں کے اثرات واضح طور سے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ شعراء مثلاً حامد اقبال صدیقی، عذرا پروین، ریاض لطیف، شاہد لطیف، فرحان حنیف، عطاالرحمٰن طارق، عاصم شہنواز شبلی، شکیل اعظمی، اشنی بدرز بیری، شاہین اقبال وغیرہ صرف انہیں موضوعات پر ہی لکھ رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ کچھ ایسے عصری موضوعات ہیں جو شدت کے ساتھ اس نسل کی شاعری میں آئے ہیں اور انہیں موضوعات اور انکے Treatment کی بدولت یہ نسل اپنی الگ پہچان بنانے میں کامیاب ہوگی۔

☆ **قمر صدیقی**

www.urduchannel.in

ممبئی یونیورسٹی کے طالب علم اور نوجوان نقاد وحید اختر انصاری کی رائے ہے کہ 80 کے بعد کے بیشتر شعراء فن شعر گوئی سے واقف ہی نہیں ہیں۔

80 کے بعد کے بیشتر شعراء فن شعر گوئی سے واقف ہی نہیں ہیں۔ مثلاً ریاض لطیف کا شعر ہے کہ

نہ کوئی شور تھا اس میں نہ کوئی سناٹا
میں اپنے روح کے گونگے طواف کیا کرتا

بھائی روح کے گونگے طواف کرنا کیا ہوتا ہے۔۔۔ عربی کی ایک مشہور مثل یاد آئی "المعنی فی بطن شاعر" یعنی معنی شاعر کے پیٹ میں۔ اسی طرح شور تھا اس میں چہ معنی دارد؟ کیا شور کسی برتن میں رکھنے جیسی کوئی شئے ہے کوئی سناٹا کا کیا مطلب؟ سناٹا صرف سناٹا ہوتا ہے۔

تم نے ہی نقش نقش کیا ہر لکیر کو
ورنہ خود اپنے روپ کہاں جانتا تھا میں

جیسے خوبصورت شعر کے خالق حامد اقبال صدیقی کے کلام میں بھی جب فنی خامیاں نکلتی ہیں تو افسوس ہوتا ہے لیکن افسوس سے کیا حاصل غلطی تو غلطی ہوتی ہے۔ حامد اقبال کا شعر ہے کہ

تمام لشکر ہوا ہے باغی شکست بھی ہے مقدروں میں
کہاں کہاں میں نگاہ رکھوں فصیل دیکھوں کہ باب دیکھوں

اس شعر میں چونکہ شاعر کا اشارہ بذات خود اپنی جانب ہے لہٰذا صیغہ واحد کی رعایت سے "مقدر" کا محل ہے نہ مقدروں کا۔ 80 کے بعد کے بیشتر شعراء کے اسی فنی Careless کی وجہ سے ان کے فوراً بعد آنے والی نسل بھی فنی باریکیوں کی طرف استاد ھیان دیتی نظر نہیں آتی مثلاً قمر صدیقی کا شعر ہے کہ

طلوع ہو کے افق پر مرے وہ ماہ جبیں
تمام رات مجھے جگمگائے رکھتا تھا

اب یہ کام حامد اقبال اور ریاض لطیف کا تھا کہ وہ لوگ قمر کو بتاتے کہ بھائی قمر افق پر کوئی چیز طلوع نہیں ہوتی خیر حامد اقبال کے مصرعہ ثانی پر آتے ہیں۔ انہوں نے پہلے تو یہ بتایا ہے کہ تمام لشکر باغی ہو گیا ہے اور بغاوت صرف ذاتی لشکر ہی کرتا ہے۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ بغاوت کرنے والا لشکر ذاتی ہے (اور ہمیں طے کرنا ہی پڑے گا کیونکہ باہری لشکر بغاوت نہیں حملہ کرتے ہیں) تو یہ قلعہ کے اندر ہی ہوگا جیسا کہ رواج ہے تو پھر فصیل اور باب دیکھنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ ہاں ایک بات اور اگر تمام لشکر باغی ہو گیا ہے تب تو شکست "ہی" مقدروں میں ہوگی "بھی" کا استعمال کس لئے؟

80 کے بعد کے ایک اور شاعر قاسم امام کی شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو اسے ٹھیک ٹھاک شاعری بھی کہہ پانا بڑا مشکل ہوگا۔ لیکن انکا ایک شعر بہت مشہور ہے اور بجا مشہور ہے۔

کبھی کبھی کے فسادات بھی ضروری ہیں
کہ جانور تو ہر آدمی میں رہتا ہے

اپنے Outlet کے حساب سے یہ شعر بالکل Fit ہے خیال کا نیاپن اور شعر کی برجستگی نے مل کر اسے ایک

www.urduchannel.in

چونکا دینے والا شعر بنادیا ہے ہر فاضل چیز کی نکاسی ضروری ہوتی ہے۔لہذا اگر فسادات کے ذریعے ہی آدمی کا جانور پن انکے اندر سے نکل جاتا تو فسادات (کبھی کبھی کے) بری چیز نہیں رہ جاتے۔

عذرا پروین کی شاعری خاص کر نظمیں کبھی کبھی اپیل کرتی ہیں غزلیں بھی کچھ ٹھیک ٹھاک بھی ہیں۔ عموماً ان کی شاعری مشرقی کلچر کی حد بندیوں کو قبول کرتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن پتہ نہیں کیوں انکا یہ شعر Valgur ہو گیا ہے۔

کیا پگھلایا پھر کوئی پتھر
بڑے ہو تازے تازے سے

شاید شاعرہ کے ذہن میں Concep clear نہیں تھا اسی طرح

یہ سب ہیں میرے ہی استعارے
یہ سب دیواریں یہ گھر گرادو

Libirty without boundry کا مصداق ہے۔فرحان حنیف کا شعر معلوم کب تھیں مجھ کو بدن کی سیاستیں میں "سیاستیں" بے محل ہے۔

☆وحید اختر انصاری

عذرا پروین

میں جل رہی تھی مگر اک جہاں رقص میں تھا
میں وہ مکین تھی ، جس کا مکان رقص میں تھا

یہ کس کے جبر سے گونگا ہو ابدن سرا
یہ کس بساط پہ صید زبان رقص میں تھا

میں بے نشان ، ہوں گاتی رہی فنا مجھ میں
اسی دُھن پہ مرا ہر 'نشان' رقص میں تھا

کسی انام کی دستک نے ایسی وحشت دی
اس سے تیز مرا آسمان رقص میں تھا

مجھے بکھر کے بھر رقصدہ رہنا تھا کیوں کہ
مرے ثبات کا سارا گمان رقص میں تھا

●●

اوڑھنی میری پرچم سی
آنکھ کہ پھر بھی نم نم سی

ذات مری آفاق سب اسکے
میں بکھری ، کبھی قائم سی

بس دکھ بھر پہچان وہ میری
بقیہ ہر اک لو مدھم سی

ایڑی رگڑتا دکھ، اک بالک
فن کوئی چیز ہے زمزم سی

کانٹا کرگئی جیون کو
بات بس اک وہ ریشم سی

●●

www.urduchannel.in

حامد اقبال صدیقی

مجھے سفید و سیاہ سے کیا کہ اس جہاں کو حباب دیکھوں
طلب میری جب بھی سر اٹھائے تو نور نازل کتاب دیکھوں

کھلی ہوں آنکھیں تو رنگ رلیاں، پلک جھپکتے ہی روزِ محشر
ہیں میرے اعمال مجھ پہ ظاہر، کروں میں خود احتساب دیکھوں

یقین پختہ ہے مانتا ہوں، گمان بھی ہے بلا کا شاطر
اس ایک سچ کو تلاش کرلوں صداقتوں کے نصاب دیکھوں

تمام لشکر ہوا ہے باغی، شکست بھی ہے مقدروں میں
کہاں کہاں میں نگاہ رکھوں، فصیل دیکھوں کہ باب دیکھوں

حقیقتیں تھیں پسند اس کو تو ر سمجھوں کی مجھے سزا دی
گلاب صبحوں کی خواہشیں تھیں، میں چاہتا تھا کہ خواب دیکھوں

یہ موہ مایا کا جال حامدؔ کبھی ہے راحت کبھی اذیت
جو روح کو مطمئن میں کرلوں تو جسم و جاں پر عذاب دیکھوں

●●

فراق سپنے، وصال سپنے
پلک پلک اعتدال سپنے

خیال سوچوں پہ راج تیرا
نگاہ منظر پہ جال سپنے

بہت جنگیں، بدن سیاست
مگر میرے پُر کمال سپنے

میرا مقدر اندھیری راتیں
اے میرے سورج اجال سپنے

تری عنایت، تری امانت
گمان، یادیں، خیال، سپنے

بجھی ہیں آنکھیں حد نظر تک
کھلی ہے زنبیل ڈال سپنے

وجود میرا ہنر ہے حامدؔ
اگر ہیں تیرا کمال سپنے

●●

www.urduchannel.in

ریاض لطیف

خلا کی روح کس لئے ہو میرے اختیار میں
اڑان کو توڑ کر کہ تک نہ تھا میرے فرار میں

کبھی تو منظروں کے اس طلسم سے اُبھر سکوں
کھڑا ہوں دل کی سطح پر خود اپنے انتظار میں

یہ ساعتوں کی بھیڑ نے اسے گنوادیا نہ ہو
رکھا تھا میں نے ایک لمس وقت کی درار میں

سفر میں مرحلوں کی رسم بھی ہے اب بجھی بجھی
وہی پرانی گرد ہے ہر اک نئے غبار میں

اَبد کی سرحدوں کے پار بھی حدوں کا شور تھا
تھی پیکروں کی داستاں خلا کے شاہکار میں

یہ اہتمام جذبۂ وجود ہے کہ ہر نفس
فنا کا خون بھی رہے حیات کے حصار میں

یہ جسم کیوں، یہ روح کیوں، حیات کیوں، ریاضؔ کیوں
صفر صفر کی گونج ہے تلاش کے مزار میں

●●

اجڑی صدیوں پر بکھرا ہوں
کیا میں خود کو بھول گیا ہوں

گونج رہا ہوں منظر منظر
میں لمحوں کا سناٹا ہوں

تہذیبوں کی چیخ ہے مجھ میں
میں گنبد گنبد بھٹکا ہوں

سات سمندر پار ہوں خود سے
اپنے اندر یوں پھیلا ہوں

صحرا صحرا پیاس ہے میری
ریت کے ماتھے پر ٹپکا ہوں

گم ہوں وسعت کی سانسوں میں
کس پہنائی میں سمٹا ہوں میں

●●

www.urduchannel.in

شاہد لطیف

نصیحت روز فرماتے ، شکایت روز کرتے ہیں
عزیزان گرامی ہیں ، محبت روز کرتے ہیں

میں سو تارہ گیا ہوں پھر بھی یہ معمول ہے ان کا
پرندے میٹھے لہجے میں تلاوت روز کرتے ہیں

سمٹ جاتے ہیں سارے فاصلے جب شام ہوتی ہے
مگر اس کیلئے ہم کتنی زحمت روز کرتے ہیں

مزاج اپنا زمانہ تو نہیں ہے کہ بدل جائے !
اسی دولت کی ہم تنہا حفاظت روز کرتے ہیں

تمہارے ساتھ مرنے کی قسم کھائی تھی ہم نے بھی
تمہارے بعد جینے کی سہولت روز کرتے ہیں

سمیٹیں آیئے خوشنودیاں سارے زمانے کی
یہاں کچھ لوگ ایسی ہی مشقت روز کرتے ہیں

بناتے روز ہیں اک قصر سلطانی سلیقے سے
مگر ہم ہیں کہ سلطان سے بغاوت روز کرتے ہیں

ہمارے شاعروں کی عادتیں معلوم ہیں سب کو
یہ سب فنکار ہیں جو اپنی ذلت روز کرتے ہیں

●●

فرحان حنیف

نفی ہوئے تھے سب اثبات
میرے دن ، میرے حالات

آمدنی کیا شئے ہے یار
کیوں ہوتے ہیں اخراجات

گھر شہنائی گونجے ہیں
آئی یادوں کی بارات

اونچی سا اک مہرہ ہوں
جس نے دی تھی شہ کو مات

پہنچے جب گھر کے در
آنگن میں جاگیتی رات

بکھرا بکھرا میرا شوق
سمٹی سمٹی اس کی ذات

اس موسم تک آئی یار
بیتی رت کی غم سوغات

دل سے تو نکلی لیکن
ہونٹوں پہ آ ٹھہری بات

تنہا سی میرے کمرے میں
بھیگ رہی ہے خود برسات

چھوٹی بحر کے شعروں میں
کہنا مشکل پوری بات

●●

www.urduchannel.in

○ دیویندر اسر

کلچر

میڈونا پاپ میوزک کی دنیا میں ایک ابلیسی عذاب بن کر آئی ہے

جب سب کچھ متن ہے۔ البرٹ آئین سٹائن سے لے کر اسٹرپ ٹیز اور کام سوتر سے لے کر کومکس تک اور جب تمام اشیاء مقبول فدا حسین کی شاہکار تصویریں ہوں یا دیوار پر لکھی اشتہاری تحریریں، فیض کی نظم ہو یا فلسفہ کا فکری نظام ان کا ساخت توڑ تجزیہ کیا جا سکتا ہے تو پھر میڈونا کے بدن کی برہنگی، اس کی پورنو گرافک کتاب، سیکس اور ویڈیو، میٹریل گرل، بھی ساخت شکنی کے عمل سے کیوں محروم رہیں؟ متعدد امریکی یونیورسٹیوں کے ممتاز ماہرین ساختیات / پس ساختیات اور میڈونا اسکالرز نے اپنی ریسرچ اور سوچ کو حال ہی میں شائع ایک کتاب دی میڈونا کنکشن[1] میں پیش کیا ہے اس کتاب کے مکمل نام اور اس میں شامل مضامین کے موضوعات اور عنوانات سے صاف عیاں ہے کہ بعد از جدیدیت کا سب سے بڑا کلچرل کنسرن، میڈونا فینومین ہے۔ ان اسکالری اسٹڈیز کو استہزائیہ تحریریں یا شگوفے سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان اکاڈمکس نے میڈونا کا مطالعہ اس سنجیدگی سے کیا ہے جیسا کہ وہ ہائیڈگر، ہیگل یا تھورن یا سائمن دی بوار پر تحقیق کر رہے ہیں۔ جب جیمز بانڈ 007، بیٹ مین اور کومکس کو ڈی کنسٹرکٹ کیا جا سکتا ہے تو پھر میڈونا کا معاملہ تو ان سے کہیں زیادہ دلچسپ اور نشاط آور ہیں۔

پاپولر کلچر، ساختیت، جارحانہ مادیت پرستی مدہوش کن میڈیا مشین اور سیکسو گرافی نے ادب، آرٹ فلسفہ اور جمالیات کی جو درگتی کی ہے اسے دیکھتے ہوئے اگر یہ خبر ملے کہ میڈونا کا نام نوبل انعام کیلئے تجویز کیا گیا ہے تو حیرت نہ ہوگی۔ ڈینو یونیورسٹی کی لیکچرار لاری شیلو نے اپنے قارئین کو دو بیانات خانہ پری کیلئے دیے۔ ان میں سے ایک بیان یہ تھا "میڈونا، باڈی کیمسٹری کیلئے نوبل انعام کی مستحق ہے کیونکہ۔۔۔" تو اب علم کیمیا کے ساتھ ساتھ کیمیائے جسم کیلئے بھی نوبل انعام ملنا چاہیے۔ جو چاہے میڈونا کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

میڈونا مطالعات میں متعدد یونیورسٹیوں کے پروفیسران، ریسرچ اسکالر و مختلف علم کے مفکرین،

---

[1] THE MEDONNA CONNECTION : REPRESSENTATIONAL POLITICS: SUBCULTURAL IDENTITIES AND CULTURAL THEORY: CATHY SCHWICHTENBERG(ED) OCT, 1992

www.urduchannel.in

موسیقار ۔۔۔۔۔۔ میڈیا کے ماہرین نسوانیت، جنسی و نسلی انقلاب کے علم فوکو اور ماہرین علامات سب ہی شامل ہیں۔ مذکورہ کتاب میں میڈونا کے مطالعہ میں رولاں بارت، مشیل فوکو ژاک دریدا، ژاک لاکان اور جین بادریلارد یہاں تک کہ بار تولت بریخت اور فلسفی کانٹ تک کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ میڈونا کا موازنہ ڈاں ژوئے سے کیا گیا ہے۔ شاید اس کا باعث دونوں میں جنسی کمزوری اور طرز عمل کے مظاہر میں مطابقت ہے۔ میڈونا کے کئی رنگ، کئی روپ اور کئی معنی ہیں، کیونکہ متن کا کوئی ایک مستقل معنی معین نہیں۔ اسلئے میڈونا کے پرستاروں کو نیند رات بھر نہیں آتی اور وہ ان کے خوابوں میں ہر بار نئے نئے روپ میں جلوہ افروز ہوتی ہے۔ فرائیڈین میڈونا، بورژوین میڈونا، سادیتی ساقیتی میڈونا، مارکسی میڈونا، فوکالڈی میڈونا، لاکانی میڈونا، پوسٹ فیمی نسٹ میڈونا، پوسٹ اسٹرکچرل میڈونا پوسٹ ماڈرن میڈونا، پناپچوئیل میڈونا اور ماورائے معنی میڈونا۔۔۔۔ ہر کسی کیلئے کوئی نہ کوئی میڈونا موجود ہے، کسی نے اس کے فنی ارتقا کے مختلف ادوار کا جائزہ لیا ہے، کسی نے اس کی جنسیت اور حصول قوت کی مرکبات کا نوکویاتی تجزیہ کیا ہے اور کسی نے اس کے منفی اظہار کا مطالعہ کیا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دانشور نے اس کے ویڈیو LIKE A PRAYER میں امریکی گوروں اور سیاہ فام باشندوں میں صدیوں سے جاری نسلی کشمکش کو تسلی بخش طور پر حل کرنے کا نسخہ تلاش کیا ہے۔ امریکی مبصر کیٹ موئر نے لکھا ہے کہ اس طرح کی باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی دانشوروں کے ذہن اعصاب پر میڈونا اس قدر سوار ہے کہ مشیل فوکو اس کے ہینڈ بیگ میں اور ژاک دریدا اس کے سرہانے نظر آتے ہیں۔ نہ جانے کس وقت۔۔۔۔ اس نے مزید لکھا ہے کہ ان اکاڈمکس نے مابعد جدیدیت دور کے لذت پرست کلچر کو نظریاتی اساس مہیا کرنے کی جو کوشش کی ہے اس سے ان کا ذہنی خلفشار عیاں ہو گیا ہے۔ ہیلی مارٹن نے میڈونا کے ایک ویڈیو گانے EXPRESS YOURSELF کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب میڈونا لفظ SELF کو دھاڑ کے ساتھ بولتی ہے تو وہ پدری، نسل سرمایہ دارانہ ساختوں کو رد کرتی ہے اس گانے اور اس لفظ کی ادائیگی کو ڈکنسٹرکٹ کرتے ہوئے کچھ نقادوں نے اسے مابعد جدیدیت کا ترانہ اور ڈانس فلور کا انٹرنیشنل قرار دیا ہے اسکالرز نے میڈونا کی موسیقی کے ہر نوٹ اور اس کی فلموں کے ہر فریم کا خوردبینی معائنہ کیا ہے۔ ایرک مائیکل نے لکھا ہے کہ ژاک لاکان کی فلسوڈی پس مخالف حوالے اور عورت کی ازسر نو تشکیل کے اعلان کو ہضم کرنا مشکل ہے لیکن سب کچھ اتنی وضاحت اور اکاڈمک اطلاحات میں کیا گیا ہے کہ ہم انہیں نظر انداز نہیں کر سکتے۔

کہا جاتا ہے کہ میڈونا نے ایک ایسا جنسی یوٹوپیا پیش کیا ہے جو عظیم امریکی خواب کی تعبیر ہے۔ اس یوٹوپیا کی کچھ جھلکیاں اس کی رسوائے زمانہ لیکن مقبول ترین کتاب "سیکس" میں مل جاتی ہے۔ یہ تصویریں اگر ایروٹک ہوتیں تو بھی غنیمت تھا لیکن اس میں جنسی جبر اور تنگ نظر محدود جنسی رشتوں سے آزادی کے نام پر جس سادیتی رمساقیتی کجروی کی نشاط آفرینی کے واضح اشارے ہیں ان کے سامنے نینسی فرائیڈے کی فنتاسیاں، تو بہت معصوم نظر آتی ہیں۔ میڈونا کی مثالی دنیا میں لوگ جنس گاہوں سے نکل کر کھلے میں نئے کثیر الاقسام جنسی رشتے قائم کریں گے اور تانیثی امتیاز ختم ہو جائے گا۔ A FEMALE GAYMEN LES-BIAN HETEROSEXUAL OR A FEMALE SEXUAL RADICAL جیسے رشتے

عمل میں آئیں گے۔

میڈونا کی JUSTIFYING MY LOVE میں یہ فنتاسی اتنی واضح صورت اختیار کر گئی کہ ایم ٹی۔وی تک کو بھی اپنے پروگراموں میں اس پر پابندی لگانے کی ضرورت پڑی۔ لیکن چین سلوچیا یونیورسٹی کی پروفیسر لوا اینڈرسن فرماتی ہیں کہ میڈونا کو اکاڈمک اسٹڈیز کے دائرے سے باہر رکھنے کا مطلب ہے "ان لاکھوں نوجوان لڑکے لڑکیوں کو نظرانداز کرنا میڈونا جن کی محبوب ہی نہیں معبود بھی ہے۔ لہٰذا میڈونا اسٹڈیز کو یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کرنا چاہئے"۔

پس ساختیاتی طرز فکر نے ادب آرٹ نظریہ اور جمالیات کی تخلیقی اساس کو جس طرح نشانہ بنایا ہے اس سے ان اسکالرز کا اپنا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے۔ انہیں اپنی شناخت اور اپنے اعتبار کو بحال کرنے کیلئے میڈونا کی مقبولیت کے سایے میں پناہ ڈھونڈنی پڑ رہی ہے۔ اسے ایک ایسے انقلابی کا لقب دیا گیا جس کی جڑیں امریکی عوام میں ہیں۔ اس صورت حال کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جس میڈونا نے میڈونا فینومینن کو جنم دیا وہی میڈیا اسے دولت، شہرت، رتبے اور قوت کی ہوس کا شکار ایک معمولی صلاحیت والی موقع پرست لڑکی تسلیم کرنے پر زور دے رہا ہے، "میڈیا پبلسٹی نے اسے اسٹار بنایا جب کہ وہ پاپ میوزک کی دنیا میں ابلیسی عذاب بن کر سامنے آئی ہے۔"

□□

With best compement from

KADAR QAZI

Cine writter

Film story & Screen play writter

Contact- 5571496

www.urduchannel.in

منتخب کہانی

پریم چند

ہندی سے ترجمہ: اجمل کمال

رنگیلے بابو

پریم چند (۱۸۸۰۔۱۹۳۶) کی وفات کے بعد ان کے بیٹے امرت رائے نے ان کی ایسی تحریروں کو، جو کہ کسی مجموعے میں شامل نہ تھیں، جمع کرکے " گپت دھن" کے نام سے شائع کیا۔ لیکن پریم چند کی بعض تحریریں ان کی نگاہ میں بھی نہ آسکیں۔ جو کہانی آئندہ صفحات میں پیش کی جارہی ہے، پہلی بار الہ آباد کے ایک ہفتہ وار رسالے " بھارت " کے ۲۹ جنوری ۱۹۳۳ کے شمارے میں چھپی اور رسالے کی فائلوں میں گم ہوگئی۔ اسے ہندی کے محقق کمل کشور گوئنکا نے بازیاب کیا اور یہ دوبارہ ہندی ماہنامہ " ہنس " الہ آباد کے جولائی ۱۹۸۷ کے شمارے میں شائع ہوئی۔ 1993 میں اردو میں ترجمہ ہوکر یہ کہانی پاکستانی رسالہ "آج" میں چھپی۔ ہندوستان میں پہلی بار (اردو میں) یہ کہانی آپ کو "اردو چینل" میں پڑھنے کو مل رہی ہے۔

بابو رسک لال کو میں اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ لا کالج میں پڑھتے تھے۔ میرے سامنے ہی وہ وکیل ہوئے اور آناً فاناً چمکے۔ دیکھتے دیکھتے بنگلا بن گیا، زمین خریدلی، موٹر رکھ لی اور شہر کے رئیسوں میں شمار ہونے لگے۔ لیکن مجھے نہ جانے کیوں ان کے رنگ ڈھنگ کچھ بہت جچتے نہ تھے۔ میں یہ نہیں دیکھ سکتا کہ کوئی بھلا آدمی خواہ مخواہ ٹیڑھی سی ٹوپی لگا کر نکلے، یا سرمہ لگا کر، مانگ نکال کر، منہ کو پان سے پھلا کر، گلے میں موتیا بیلے کے گجرے ڈالے، تن زیب کا چنٹ دار کرتا اور مہین دھوتی پہنے بازار میں کوٹھوں کی اور تاک جھانک کرتا، ٹھٹے مارتا نکلے۔ مجھے اس سے چڑ ہو جاتی ہے۔ وہ میرے پاس میونسپل ممبری کے لئے ووٹ مانگنے آئے تو کبھی نہ دوں، اس سے یارانہ نبھانا تو دور کی بات ہے۔ بھلے آدمی کو ذرا گمبھیر، ذرا سادگی پسند دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اگر کسی مقدمے میں وکیل کرنا پڑے تو میں ایسے آدمی کو کبھی نہ کروں، چاہے وہ اس بھاری گھوش ہی کا سا قانون داں کیوں نہ ہو۔ رسک لال اسی طرح کے رنگیلے آدمی ہیں۔ ان کی ترک شکتی (۱) اونچے درجے کی ہے، مانتا ہوں۔ جرح بھی اچھی کرتے ہیں، یہ بھی مجھے سویکار (۲) ہے، لیکن سیدھی ٹوپی لگانے اور

نوٹ: ہندی الفاظ پر نمبر دیے گئے ہیں() جن کے معنی کہانی کے اختتام پر فرہنگ میں ملاحظہ فرمایئے۔

www.urduchannel.in

سیدھی چال چلنے سے ان کی وکالت کچھ ٹھنڈی نہ پڑ جائے گی میرا تو خیال یہ ہے کہ بانکپن چھوڑ کر بھلے آدمی بن جائیں تو ان کی پریکٹس دونی ہو سکتی ہے، لیکن اپنے کو کیا پڑی ہے کہ کسی کی باتوں میں دخل دیں؟ جب کبھی ان کا سامنا ہو جاتا ہے تو میں دوسری اور تاکنے لگتا ہوں یا کسی گلی میں ہو رہتا ہوں۔ میں سڑک پر ان سے باتیں کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ کیا ہوا وہ نامی وکیل ہیں، اور میں بے چارہ اسکول ماسٹر ہوں؟ مجھے ان سے کسی طرح کا درویش (۳) نہیں انھوں نے میرا کیا بگاڑا ہے جو میں ان سے جلوں؟ میری تو وہ بڑی عزت اور خاطر کرتے ہیں۔ اپنی لڑکی کی شادی میں میں ان سے دریاں اور دوسرا سامان مانگنے گیا تھا انھوں نے دو ٹھیلے بھر درپاں، قالینیں، جاجم، چوکیاں، مسندیں بھیج دیں۔ نہیں، مجھے ان سے ذرا بھی درویش نہیں۔۔ بہت دنوں کے پرپچے (۴) کے ناتے مجھے ان سے سنیہہ (۵) ہے، لیکن ان کا یہ بانکپن مجھے نہیں اچھا لگتا۔ وہ چلتے ہیں تو ایسا جان پڑتا ہے جیسے دنیا کو للکارتے چلتے ہوں۔۔ دیکھوں، میرا کوئی کیا کر سکتا ہے؟ مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔ ایک بار مجھے اسٹیشن پر مل گئے لپک کر میرے کندھے پر ہاتھ ہی تو رکھ دیا۔ بولے "آپ تو، ماسٹر صاحب، کبھی نظر ہی نہیں آتے۔ کبھی بھلا سال میں ایک آدھ بار تو درشن دے دیا کیجئے۔" میں نے اپنا کندھا چھڑاتے ہوئے کہا "کیا کریں صاحب، اوکاش (۶) ہی نہیں ملتا" بس آپ نے چٹ ایک بازاری شعر پڑھا،

تمھیں غیروں سے کب فرصت، کب اپنے غم سے ہم خالی
چلو بس ہو چکا ملنا، نہ تم خالی نہ ہم خالی

میں نے ہنس تو دیا۔۔ جو آدمی اپنا لحاظ کرے اس سے کوئی کیسے رکھائی کرے؟ پھر بڑے آدمیوں سے بگاڑ کرنا بھی نہیں چاہتا، نہ جانے کب اپنی غرض لے کر ان کے پاس جانا پڑے۔۔ لیکن مجھے ان کی یہ بے تکلفی کچھ اچھی نہ لگی۔ یوں میں نہ کوئی تپسوی ہوں، نہ زاہد۔ ارسک (۷) ہونا اس بانکپن سے بھی برا ہے۔ شنک (۸) جیون بھی کوئی جیون ہے جس میں ونود (۹) کے لیے کوئی استھان (۱۰) نہ ہو؟ بن کی شوبھا ہرے بھرے، سرس (۱۱) درکشوں (۱۲) سے ہے، سوکھے ہوئے ٹھونٹھوں سے نہیں، لیکن میں چاہتا ہوں آدمی جو کچھ کرے چھپا کر کرے۔ شراب پینا چاہتے ہو، پیو، مگر پیو ایکانت (۱۳) میں۔ اس کی کیا ضرورت کہ شراب میں مست ہو کر بھکتے پھرو؟ روپ کے اپاسک (۱۴) بننا چاہتے ہو، بنو لیکن اس کی کیا ضرورت ہے کہ ویشیاؤں کو داہنے بائیں بٹھائے، موٹر میں اپنے چھیل پن کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرو؟ پھر رسکتا (۱۵) کی بھی ایک عمر ہوتی ہے۔ جب لڑکے جوان ہو گئے لڑکیوں کی شادی ہو گئی، بال پک گئے، تو میرے خیال میں آدمی کو کچھ گمبھیر ہو جانا چاہئے۔ آپ کا دل ابھی جوان ہے، بہت اچھی بات ہے میں تمھیں اس پر بدھائی (۱۶) دیتا ہوں واسنا (۱۷) کبھی بوڑھی نہیں ہوتی، میرا تو انو بھو (۱۸) ہے کہ عمر کے ساتھ ساتھ وہ بھی پروڑھ (۱۹) ہوتی جاتی ہے لیکن اس عمر میں کلیلیں کرنا مجھے اوچھا پن معلوم ہوتا ہے۔ سینگ کٹا کر بچھڑا بننے والی منوورتی (۲۰) کا میں قائل نہیں۔ کوئی کسی کا کیا کرے گا؟ لیکن چار بھلے آدمی انگلیاں اٹھائیں، ایسا کام کیوں کرو؟ تمھیں بھگوان نے سمن (۲۱) بنایا ہے بہت اچھی بات ہے۔ لیکن اپنی سمپتا کو اس وپن (۲۲) سنسار میں دکھاتے پھرنا جو شردھا (۲۳) سے ویاکل (۲۴) ہیں ان کے سامنے رس گلے کھانا اس میں نہ تو رس سکتا ہے نہ آدمیت۔

رکس لال کی بڑی لڑکی کا وواہ (۲۵) تھا۔ مقرا سے برات آئی تھی۔ ایسے ٹھاٹھ کی برات یہاں

www.urduchannel.in

شاید ہی کبھی آئی ہو۔ بڑی دھوم دھام سے شالا میں جنواسا(۲۶) تھا۔ یہ کا پاکسی ریاست کا دیوان تھا میں بھی براتیوں کی سیوا سنکار (۲۷) میں لگا ہوا تھا ایک ہزار آدمی سے کم نہ تھے۔ اتنے آدمیوں کا ستکار کرنا ہنسی نہیں ہے۔ یہاں تو کسی برات میں سو پچاس ادمی آجاتے ہیں تو ان کی بھی اچھی طرح خاطر نہیں ہو پاتی۔ پھر براتیوں کے مزاج کا کیا کہنا سبھی تانا شاہ بن جاتے ہیں۔ کوئی چمیلی کا تیل مانگتا ہے کوئی آنولے کا، کوئی کیش رنجنا(۲۸) کوئی شراب مانگتا ہیں کوئی ایم، صابن چاہیے، عطر چاہیے ایک ہزار آدمیوں کے کھانے کا پربندھ (۲۹) کرنا کتنا کٹھن ہے میں سمجھتا ہوں بیس پچیس ہزار کے وارے نیارے ہوئے ہوں گے، لیکن رسک لال کے ماتھے پر شکن نہ آئی۔ وہی بانکپن تھا، وہی ونود، وہی بے فکری۔ نہ جھلاتا، نہ بگڑتا، براتیوں کی اور سے ایسی ایسی بے ہودہ فرمائشیں ہوتی تھیں کہ ہمیں غصہ آجاتا تھا۔ پاؤ آدھ پاؤ بھنگ بہت ہے، یہ پنسیری بھر بھنگ لے کر کیا اس کے دھوئی دیں گے؟ جب سنیما کے ایک سو اول درجے کے ٹکٹوں کی فرمائش ہوئی تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ رسک لال کو خوب ڈانٹ بتائی اور اسی کرودھ (۳۰) میں جنواسے کی اور چلا کہ ایک ایک کو پھٹکاروں۔ لڑکے کا بیاہ کرنے آئے ہیں یا کسی بھلے آدمی کی عزت بگاڑنے؟ ایک دن بغیر سنیما دیکھے نہیں رہا جاتا؟ ایسے ہی بڑے شوقین ہو تو جیب سے پیسے کیوں نہیں خرچ کرتے؟ لیکن رسک لال کھڑے ہنس رہے تھے۔ "بھائی صاحب کیوں اتنا بگڑ رہے ہو۔ وہ لوگ تمہارے مہمان ہیں مہمان دس جوتے بھی لگائے تو برا نہ مانیں۔ یہ سب زندگی کے تماشے ہیں۔ تماشے میں ہم خوش ہوتے جاتے ہیں۔ لپک کر سنیما گھر سے سو ٹکٹ لا دیجئے۔ سو دو سو روپے کا منہ نہ دیکھیے" میں نے من میں کہا "مفت کا دھن بٹورا ہے تو کیا ڈاور نام لوٹو۔ یہ کوئی ستکار نہیں ہے کہ مہمان کی غلامی کی جائے۔ مہمان اسی وقت تک مہمان ہے جب وہ مہمان کی طرح رہے۔ جب وہ رعب جمانے لگے بے عزت کرنے پر آمادہ ہو جائے تو وہ مہمان نہیں شیطان ہے۔

اس کے تین مہینے بعد سنا کہ رسک لال کا داماد مر گیا، وہی جس کی نئی شادی ہوئی تھی۔ سول سروس کیلئے انگلینڈ گیا ہوا تھا۔ وہاں نمونیا ہو گیا۔ یہ خبر سنتے ہی مجھے رومانچ(۳۱) ہو آیا۔ اس یوک(۳۲) کی صورت آنکھوں میں دوڑ گئی۔ کتنا سومیہ (۳۳) کتنا پرتبھاشالی(۳۴) لڑکا تھا اور مرا جا کر انگلینڈ میں، کہ گھر والے دیکھ بھی نہ سکیں اور اس لڑکی کی کیا دشا(۳۵) ہو گی جس کا سروناش(۳۶) ہو گیا؟ ابھی ہاتھ کی مہندی بھی تو نہ چھوٹی تھی چندری بھی تو ابھی میلی نہیں ہوئی۔ واہ رے دیالو(۳۷) بھگوان اور واہ رے تمہاری لیلا(۳۸) پرانیوں(۳۹) کی ہولی بنا کر اس کی لپٹوں کا تماشا دیکھتے ہو۔ اسی وقت بھاگا ہوا رسک لال کے پاس گیا اور ان کی صورت دیکھتے ہی من کی کچھ ایسی دشا ہوئی کہ چنگھاڑ مار کر رو پڑا۔ رسک لال آرام کرسی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اٹھ کر مجھے گلے لگا لیا اور اسی استھر (۴۰) اوچالت (۴۱) نرودھ (۴۲) بھاو سے بولے "واہ ماسٹر صاحب آپ نے تو بالکوں کو بھی مات کر دیا، جن کی مٹھائی کوئی چھین کر کھا جائے تو رونے لگتے ہیں۔ بالک تو اس لئے روتا ہے کہ اس کے بدلے میں دوسری مٹھائی مل جائے۔ آپ تو ایسی چیز کے لئے رو رہے ہیں جو کسی طرح مل ہی نہیں سکتی۔ ارے صاحب یہاں بے حیا بن کر رہیے۔ مار لیتے جایئے اور مونچھوں پر تاؤ دیتے جایئے۔ مزا تو جب ہے کہ جلاد کے پیروں تلے آکر بھی وہی اکڑ بنی رہے۔ اگر ایشور ہے مجھے تو کچھ معلوم نہیں لیکن سنتا ہوں کہ وہ دیالو ہے اور دیالو ایشور بھلا نردئی (۴۳) کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ کسے مارتا ہے، کسے جلاتا

www.urduchannel.in

ہے ہم سے مطلب نہیں۔ اس کے کھلونے ہیں۔ کھیلے یا توڑے، ہم کیوں اس کے بیچ میں دخل دیں؟ وہ ہمارا دشمن نہیں نہ ظالم بادشاہ ہے کہ ہمیں ستا کر خوش ہو۔ میرا لڑکا گھر میں آگ بھی لگا دے تو میں اس کا دشمن نہ ہوں گا۔ میں نے تو اسے پال پوس کر بڑا کیا ہے اس سے کیا دشمنی کروں؟ بھلا ایشور کبھی نردئی ہو سکتا ہے جس کے پریم کا سوروپ (۴۴) پیہ بر مانڈ (۴۵) ہے؟ اگر ایشور نہیں ہے، مجھے معلوم نہیں اور کوئی ایسی شکتی ہے جیسے ہماری ورتی (۴۶) میں آنند (۴۷) ملتا ہے تو صاحب یہاں رونے والے نہیں ہاتھوں میں طاقت ہوتی اور دشمن نظر آتا تو ہم بھی کچھ جواں مردی دکھاتے اب اپنی بہادری دکھانے کا اس کے سوا اور کیا سادھن (۴۸) ہے کہ مار کھاتے جاؤ اور ہنستے جاؤ، اکڑتے جاؤ؟ روتا تو اپنی ہار کو سویکار کرتا ہے۔ مارنے سالے جتنا چاہے مارلے لیکن ہنستے ہی رہیں گے۔ مکار بھی ہے جادوگر بھی، چھپ کر وار کرتا ہے۔ آ جائے سامنے تو دکھاؤں ہمیں تو اپنے ان بے چارے شاعروں کی ادا پسند ہے جو قبر میں بھی معشوق کے پازیب کی جھنکار سن کر مست ہوتے رہتے ہیں"

اس کے کے بعد رسک لال نے اردو شعروں کا تانتا باندھ دیا اور اس طرح مگن (۴۹) ہو کر ان آنند اٹھانے لگے مانو کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ پھر بولے، "لڑکی رو رہی ہے۔ میں نے کہا، ایسے بے وفا کے لئے کیا رونا جو تمہیں چھوڑ کر چل دیا؟ اگر اس سے پریم ہے تو رونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پریم تو آنند کی وستو (۵۰) ہے۔ اگر کہو کیا کریں، دل نہیں مانتا تو دل کو مناؤ۔ بس دکھی مت ہو۔ دکھی ہوتا ایشور کا اپمان (۵۱) کرنا ہے اور مانو تا (۵۲) کو کلنکت (۵۳)"

میں رسک لال کا منہ تاکنے لگا۔ انہوں نے یہ کتھن (۵۴) کچھ ایسے ادا اس بھاو سے کیا کہ ایک چھن (۵۵) کیلئے مجھ پر بھی اس نے جادو کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے چلا تو دل کا بوجھ بہت کچھ ہلکا ہو گیا تھا۔ من میں ایک پرکار (۵۶) کا ساہس (۵۷) اودے (۵۸) ہو گیا تھا جو وپتی اور بادھا (۵۹) پر ہنس رہا تھا

تھوڑے دنوں کے بعد وہاں سے تبادلہ ہو گیا اور رسک لال جی کی کوئی خبر نہیں ملی۔ کوئی سال بھر کے بعد ایک دن گلابی لفافے پر سنہرے اکشروں (۶۰) میں چھپا ہوا ایک نمنترن پتر (۶۱) ملا۔ رسک لال کے بڑے لڑکے کا وواہ ہو رہا تھا۔ نویدہ کے نیچے قلم سے آگرہ (۶۲) کیا گیا تھا کہ اوشی (۶۳) آئیے ورنہ مجھے آپ سے بڑی شکایت رہے گی۔ آدھا مزا جاتا رہے گا۔ ایک اردو کا شعر بھی تھا:

اس شوق فراواں کی یارب، آخر کوئی حد بھی ہے کہ نہیں
انکار کرے وہ یا وعدہ، ہم رستا دیکھتے رہتے ہیں

ایک پکھواڑہ (۶۴) کاٹے تھا۔ میں نے نئی ریشمی اچکن بنوائی نئے جوتے خریدے اور خوب بن ٹھن کر چلا۔ بہو کیلئے ایک اچھی سی کشمیری ساڑھی لے لی۔ مہینوں ایک جگہ رہتے رہتے اور ایک ہی کام کرتے کرتے من کچھ کنٹھت (۶۵) سا ہو گیا تھا۔ تین چار دن خوب جلسے رہیں گے، گانے سنوں گا، دعوتیں اڑاؤں گا۔ من بہل ہو جائے گا۔ ریل گاڑی سے اتر کر ویٹنگ روم میں گیا اور اپنا نیا سوٹ پہنا۔ بہت دنوں بعد نیا سوٹ پہننے کی نوبت آئی تھی پر آج بھی مجھے نیا سوٹ پہن کر وہی خوشی ہوئی جو لڑکپن میں ہوئی تھی۔ من کتنا ہی اداس ہو نیا سوٹ پہن کر ہرا ہو جاتا ہے میں تو کہتا ہوں بیماری میں بہت سی دوائیں نہ کھا کر ہم نیا سوٹ بنوا لیا کریں تو کم

www.urduchannel.in

سے کم اتنا فائدہ تو ضرور ہی ہوگا جتنا دوا کھانے سے ہوتا ہے۔ کیا یہ کوئی بات ہی نہیں کہ ذرا دیر کیلئے آپ اپنی ہی آنکھوں میں کچھ او نچے ہو جائیں؟ میرا اللہ بھو تو یہ کہتا ہے کہ نیا سوٹ ہمارے اندر ایک نیا جیون ڈال دیتا ہے، جیسے سانپ کینچلی بدلے یا بسنت میں درختوں میں نئی کونپلیں نکل آئیں۔

اسٹیشن سے نکل کر میں نے تانگا لیا اور رسک لال کے دوار پر پہنچا تین بجے ہوں گے۔ لو چل رہی تھی۔ منہ جھلسا جاتا تھا۔ دوار پر شہنائیاں بج رہی تھیں۔ بندنواریں (٦٦) بندھی ہوئی تھیں تانگے سے اتر کر اندر کے صحن میں پہنچا۔ بہت سے ادمی آنگن کے صحن کے بیچ میں گھیرا باندھے کھڑے تھے۔ میں نے سمجھا کہ شاید جوڑے گہنے کی نمائش ہو رہی ہوگی۔ بھیڑ چیر کر گھسا بس کچھ نہ پوچھو کیا دیکھا۔ وہ دیکھا جو ایشور ساتویں بیری (٦٧) کو بھی نہ دکھائے۔ ارتھی تھی، پکے کام کے دوشالے سے ڈھکی ہوئی، جس پر پھول بکھرے ہوئے تھے۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گر پڑوں گا۔

سہسا (٦٨) رسک لال پر میری نگاہ پڑ گئی۔ رنگین کپڑوں کا ایک گٹھر لئے اندر سے آئے تھے۔ نہ آنکھوں میں آنسو نہ کھ پر ویدنا (٦٩) نہ ماتھے پر شکن۔ وہی بانکی ٹوپی تھی، وہی ریشمی کرتا وہی مہین تن زیب کی دھوتی۔ سب رو رہے تھے، کوئی آنسوؤں کے ویگ (٧٠) کو روکے ہوئے تھا، کوئی شوک (٧١) سے وہول (٧٢)۔ یہ باہر کے آدمی تھے۔ کوئی متر (٧٣) تھا کوئی بندھو (٧٤) اور جو مرنے والے کا باپ تھا وہ ان ڈگمگانے والی نوکاؤں اور جہازوں کے بیچ میں استھر (٧٥) کی بھانت (٧٦) کھڑا تھا۔ میں دوڑ کر ان کے گلے سے لپٹ کر رونے لگا۔ وہ پانی کی بوند جو پتے پر رکی ہوئی تھی ذرا سی ہوا پا کر ڈھلک پڑی۔

رسک لال نے مجھے گلے سے لگاتے ہوئے کہا "آپ کب ائے؟ کیا ابھی چلے آرہے ہیں؟ واہ مجھے خبر ہی نہ ہوئی۔ شادی کی تیاریوں میں ایسا پھنسا کہ مہمانوں کی خاطر داری بھی نہ کر سکا۔ چل کر کپڑے اتاریے، منہ ہاتھ دھویے۔ ابھی برات میں چلنا پڑے گا۔ پوری تیاری کے ساتھ چلیں گے۔ بینڈ بین، تاشا، شہنائی، نگاڑا (٧٧)، ڈفلی، سبھی کچھ ساتھ ہوں گے۔ کوتل، گھوڑے، ہاتھی، سواریاں، سب کچھ منگائی ہیں۔ آتش بازی، پھولوں کے تخت، خوب دھوم سے چلیں گے۔ جیشٹھے (٧٨) لڑکے کا بیاہ ہے۔ خوب دل کھول کر کریں گے۔ گنگا کے تٹ (٧٩) پر جنواسا ہوگا"

ان شبدوں میں شوک کی کتنی بھینکر (٨٠) کتنی اتھاہ ویدنا تھی۔ ایک کہرام مچ گیا۔

رسک لال نے لاش کے سر پر بیلوں کا مور (٨١) پہنا کر کہا "کیوں روتے ہو بھائیوں؟ یہ کوئی نئی بات نہیں ہوئی ہے روز ہی تو یہ تماشا دیکھتے ہیں کبھی اپنے گھر میں کبھی دوسرے کے گھر میں روز ہی تو روتے ہو، کبھی اپنے دکھ سے کبھی پرائے دکھ سے۔ کون تمھارے رونے کی پرواہ کرتا ہے؟ کون تمھارے آنسو پونچھتا ہے؟ کون تمھاری چیتکار (٨٢) سنتا ہے؟ تم روتے جاؤ، وہ اپنا کام کئے جائے گا۔ پھر رو کر کیوں اپنی دربلتا (٨٣) دکھاتے ہو؟ اس کی چوٹوں کو چھاتی پر لو اور ہنس کر دکھا دو تم ایسی چوٹوں کی پروا نہیں کرتے۔ اس سے کہو، تیرے استرالے (٨٤) میں جو سب سے گھاتک (٨٥) استر (٨٦) ہو وہ نکال لا۔ یہ کیا سوئیاں سی چبھوتا ہے؟ پر ہماری کوئی دلیل نہیں سنتا۔ نہ سنے۔ ہم بھی اپنی اکڑ نہ چھوڑیں گے۔ اسی دھوم دھام سے برات نکالیں گے، خوشیاں منائیں گے۔"

www.urduchannel.in

رسک لال روتے تو اور لوگ بھی انہیں سمجھاتے۔ اس ودروہ (۸۷) بھری للکار نے سب کو استمبھت (۸۸) کر دیا۔ سمجھاتا کون؟ ہمیں وہ للکار دکھیت (۸۹) ویدنا کی جان پڑی، جو آنسوؤں سے کہیں مرمانتک (۹۰) تھی۔ چنگاری کے اسپرش (۹۱) سے آبلے پڑ جاتے ہیں۔ دہکتی ہوئی آگ میں پاؤں پڑ جائے تو بھن جائے گا۔ آبلے نہ پڑیں گے۔ رسک لال کی ویدنا وہی دہکتی ہوئی آگ تھی۔

لاش موٹر پر رکھی گئی۔ موٹر کو گلاب کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔رام رام ستیہ (۹۲) ہے"

رسک لال نے اسے ونود بھری آنکھوں سے دیکھا۔ تم بھولے جاتے ہو لالہ یہ وواہ کا اتسو (۹۳) ہے۔ ہمارے لئے ستیہ جیون ہے اس کے سوا جو کچھ ہے متھیا (۹۴) ہے۔

باجے گاجے کے ساتھ برات چلی۔ اتنا بڑا جلوس تو میں نے شہر میں نہیں دیکھا۔ وواہ کے جلوس میں دو چار سو آدمیوں سے زیادہ نہ ہوتے۔ اس جلوس کی سنکھیا (۹۵) لاکھوں سے کم نہ تھی۔ دھنیہ (۹۶) ہو رسک لال، دھنیہ ہو تمہارا کلیجا۔ رسک لال اسی بانکی ادا سے موٹر کے پیچھے گھوڑے پر سوار چلے جا رہے تھے۔ جب لاش چتا پر رکھی گئی تو رسک لال نے ایک بار زور سے چھاتی پر ہاتھ مارا۔ مانو تانے دور وہی آتما (۹۷) کو آندولت (۹۸) کیا۔ پر دوسرے ہی چھن ان کے مکھ پر وہی کٹھور مسکان چمک اٹھی۔ مانو تا وہ تھی یا یہ، کون کہے؟

اس کے دو دن بعد میں نوکری پر لوٹ گیا۔ جب چھٹیاں ہوتی ہیں تو رسک لال سے ملنے آتا ہوں انہوں نے اس ودروہ کا ایک آنش (۹۹) مجھے بھی دے دیا ہے۔ اب جو کوئی ان کے آچار وہار (۱۰۰) پر آکشیپ (۱۰۱) کرتا ہے تو میں کیول (۱۰۲) مسکرا دیتا ہوں۔

□□

فرہنگ

۱) ترک شکتی: قوت استدلال
۲) سویکار: قبول
۳) دویش: حسد
۴) پریچے: تعارف، جان پہچان
۵) سنیہہ: انس۔ لگاؤ
۶) اوکاش: فرصت
۷) ارسک: خشک مزاج
۸) شُشک: خشک، روکھا پھیکا
۹) ونود: ہنسی مذاق۔ کھیل۔ دلچسپی۔
۱۰) استھان: جگہ۔
۱۱) سرس: ہرے بھرے۔ شاداب۔
۱۲) ورکش: درخت۔
۱۳) ایکانت: تنہائی۔
۱۴) لالسک: شیدائی
۱۵) رسکتا: شوقین مزاجی۔
۱۶) بدھائی: مبارک باد۔
۱۷) واسنا: ہوس۔ خواہش۔
۱۸) انوبھو: تجربہ۔
۱۹) پروڑھ ہونا: پروان چڑھنا
۲۰) منوورتی: نفسیات۔ فطرت۔
۲۱) سمپن: خوش حال۔ صاحب حیثیت۔
۲۲) وپن: دکھی۔ مصیبت زدہ
۲۳) شودھا: فاقہ۔ بھوک۔ غربت۔
۲۴) ویاکل: بے کل۔ بے چین۔
۲۵) ودوا: بیوہ۔
۲۶) جنواسا: برات کے ٹھہرنے کی جگہ۔
۲۷) ستکار: خاطر داری۔ تواضع۔
۲۸) کیش رنجنا: کسی خوشبودار تیل کا نام۔
۲۹) پربندھ: بندوبست۔ انتظام۔

www.urduchannel.in

٣٠) کرودھ: غصہ۔ طیش۔
٣١) رومانچ ہونا: رونگٹے کھڑے ہو جانا۔
٣٢) یووک: جوان
٣٣) سوبھیہ: مہذب۔ نرم خو۔
٣٤) پرکاشمان: شاندار
٣٥) دشا: حالت۔
٣٦) سروناش: مکمل خاتمہ۔ سب کچھ اجڑ جانا
٣٧) دیالو: کرپالو۔ مہربان
٣٧) لیلا: قدرت
٣٩) پرانی: جاندار
٤٠) استھر: ساکت۔ پرسکون۔
٤١) اچاٹ: اکتاہٹ۔ تنگ۔ بےزار۔
٤٣) نرودھ: کشش سے خالی۔
٤٤) سوروپ: شکل۔
٤٥) برہمانڈ: کائنات۔
٤٦) ویتھا: پریشانی۔ دکھ۔ مصیبت
٤٧) آنند: سکون۔ مزہ
٤٨) سادھن: ذریعہ۔ طریقہ۔
٤٩) گجے: مستعد۔
٥٠) وستو: چیز۔ شئے۔
٥١) اپمان: توہین۔ ہتک۔
٥٢) مانوتا: انسانیت۔ آدمیت۔
٥٣) کلنکت کرنا: کلنک لگانا
٥٤) کتھن: بات کہنا۔
٥٥) چھن: لمحہ۔
٥٦) پرکار: طرح۔ قسم۔
٥٧) ساہس: حوصلہ
٥٨) اُدے: ظاہر، نمودار
٥٩) بادھا: مشکل مصیبت۔
٦٠) اکشر: حرف
٦١) مرتیو پتر: موت نامہ۔
٦٢) آگرہ: التجا۔ اصرار۔ تاکید۔
٦٣) اوشیہ: ضرور
٦٤) سپتاہ: ہفتہ۔
٦٥) کلفت: بےکیف۔ بوجھل
٦٦) بندن واریں: سجاوٹ کیلئے ڈوریاں جن پر ہرے پتے بندھے ہوتے ہیں۔

٦٧) بیری: دشمن۔
٦٨) سہسا: اچانک۔
٦٩) ویتھا: دکھ۔
٧٠) ویگ: بہاؤ۔
٧١) شوک: غم۔ صدمہ۔
٧٢) ڈھول: ڈھال۔
٧٣) بیر: دشمنی۔
٧٤) بندھو: بھائی۔
٧٥) استھمبھ: ستون۔
٧٦) بھانت: مانند۔ طرح۔
٧٧) ٹکڑا: حصہ۔
٧٨) جیٹھا لڑکا: بڑا بیٹا۔
٧٩) تٹ: کنارہ۔
٨٠) بھینکر: بھیانک۔
٨١) سور: سُر
٨٢) پکار: فریاد۔
٨٣) دربلتا: کمزوری۔
٨٤) استرالے: اسلحہ خانہ۔
٨٥) گھاتک: زخمی کرنے والا۔ تیز۔
٨٦) استر: ہتھیار
٨٧) ودروہ: بغاوت۔
٨٨) انترہت: پوشیدہ۔
٨٩) وکشیت: پوشیدہ۔
٩٠) مرمانتک: پراثر۔ اندوہناک۔
٩١) اسپرش: لمس۔
٩٢) ستیہ: حق۔
٩٣) اتسو: تقریب۔ تہوار۔
٩٤) متھیا: جھوٹ۔ فریب نظر۔
٩٥) سنکھیا: تعداد۔
٩٦) دھنیہ: آفرین۔
٩٧) ودروہی آتما: باغی روح۔
٩٨) آمنترت کرنا: مخاطب کرنا۔
٩٩) انش: حصہ۔
١٠٠) آچار وچار: طور طریقے۔
١٠١) آکشیپ: طنز۔ اعتراض۔
١٠٢) کیول: صرف۔ فقط۔

www.urduchannel.in

○تولیٹی جگن موہن راؤ
ترجمہ: التمش رشید

مجھے میرا بچپن واپس دو

"چنا اٹھو بیٹا۔۔۔ چھ بجنے کو ہیں"

آٹھ سال کے رام بابو کو ماں کی آواز کویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کی آنکھ نہیں کھلی۔ اسکی سیپ سی پلکیں ذرا سی کھلیں پر وہ سوتا ہی رہا۔

"اٹھو نہ، سوا چھ بج گئے" پندرہ منٹ بعد باپ کی کرخت آواز سنتے ہی اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ پلنگ کے پاس کھڑے ہو کر حجامت کرتے ہوئے پربھاکر زور سے بولا "یہ روز روز کا تماشہ ہو گیا ہے، گھنٹوں تمہیں جگانے میں لگ جاتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ چل اٹھ جا"

رام بابو نے انگڑائی لے کر ہاتھ پیر ہلائے، پر اٹھنے کی لاکھ کوشش کرنے پر بھی اسے اپنا جسم بھاری محسوس ہوا اور وہ اٹھ نہیں سکا۔ اس کی آنکھیں پھر بند ہونے لگیں۔ پربھاکر اور زور سے چلایا۔ اس کی آواز سن کر وملا دوڑتی ہوئی آئی۔ اس نے بیٹے کو گود میں اٹھا کر پلنگ سے اتارا اور واش بیسن کے سامنے لے جاکر برش پکڑا دیا۔

"وہ اپنے آپ منہ دھولے گا۔ تم جاکر اسکا بیگ تیار کرو۔۔۔ نہیں اسکا بیگ میں تیار کرتا ہوں۔۔۔ تم اسکا ٹفن اور واٹر بوتل پیک کرو"۔ پربھاکر نے کہا۔

منہ دھو کر رام بابو کھانے کی میز پر بیٹھا تو وملا نے اسے بریڈ اور دودھ کا گلاس پکڑا دیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے ماں۔ بریڈ نہیں چاہئے، دودھ پی لونگا" آٹھ گھنٹہ سونے کے بعد بھی اسکا جسم اسکی بات نہیں مان رہا تھا۔ نیند کا بھاری پن اور کمزوری ابھی بھی تھی۔ اسے کھانے کی نہیں پھر سے سو جانے کی خواہش تھی۔

"بھوک کیسے نہیں ہے؟ اسکول میں بھوک لگے گی تو؟ لنچ پریڈ تک بنا کچھ کھائے کیسے رہ پائے گا؟ ضد مت کرو، کھالو" وملا نے کہا۔

گھڑی کے ساتھ دوڑنا رام بابو کے بس کی بات نہیں تھی، ابھی وہ چھوٹا ہے ناپیر ہلاتا ہوا کھڑکی سے باہر دیکھتا ہوا وہ آرام سے دودھ پی رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو چنا؟ دودھ پینے میں آدھا گھنٹہ لگا رہے ہو، جلدی جلدی پی لو، اسکول کا وقت ہو رہا ہے" وملا نے یہ کہتے ہوئے اسے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا۔ اسے ڈریس پہنائی، بوٹ پہنائے، ٹائی باندھی اور کنگھی کر کے پاؤڈر لگاتے ہوئے کہا "چنا سامنے والے کمرے کی چابی بیگ میں ہے، سنبھال کر رکھنا، کہیں گرانا نہیں۔ میز پر ناشتہ اور گلاس میں دودھ رکھ کر جاؤنگی۔ اسکول سے آکر ہاتھ منہ دھولینا اور کپڑے بدل کر ناشتہ کر لینا، ہوم ورک بھی پورا کر لینا تب تک ہم دونوں دفتر سے آجائینگے۔

رنبابو نے "ٹھیک ہے" کہا اور تھوڑی دیر رک کر بولا "ماں۔۔ ماں۔۔"

www.urduchannel.in

"کیا ہے بیٹا؟"

وہ دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں کھانے والا تھا کہ باہر سے پر بھاکر چلایا "اسکول بس آجائے گی، اب کیا دیر ہے؟"

"ہو گیا بس" کہہ کر وملانے بیٹے سے پوچھا "کیا بات ہے؟ جلدی بتا دیر ہو رہی ہے"

"کچھ نہیں ماں" رنباہو نے جلدی سے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"کچھ نہیں ہے تو پھر بیگ اٹھاؤ اور چل"

رنباہو بیگ اٹھا کر باہر کی اور دوڑا۔ پربھاکر اسکوٹر پر تیار بیٹھا تھا۔ وہ چڑھ رہا تھا۔ رنباہو آ کے کھڑا ہو گیا تو اسکوٹر چل پڑا۔ بس اسٹاپ پہنچتے ہی بس بھی آ گئی۔

"بیٹے کل سے اور بھی جلدی اٹھنا پڑے گا۔ ذرا دیر ہو جاتی تو بس چلی گئی ہوتی۔"

رنباہو نے سر ہلایا۔ باپ کو ٹاٹا کیا اور بس میں چڑھ گیا۔

وہ گھر لوٹا تو دو بج گئے تھے۔ اندر آتے ہی کتابیں اور پانی کی بوتل پھینک دی۔ جوتے اتار کر سونے پر تھوڑی دیر لیٹ گیا۔ بعد میں واش بیسن میں ہاتھ منہ دھوتے ہوئے اس نے اپنے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کا بایاں گال لال تھا اس پر ٹیچر کی انگلیوں کے نشان تھے۔

کلاس میں اس دن ٹیچر نے پروگریس کارڈ دیا تھا۔ رام بابر کا کلاس میں آخری نمبر تھا۔ اس کی ایک وجہ تھی، ٹیچر نے پروجیکٹ دیا تھا۔ تاج محل کی تصویر پر رنگین شیشے چپکا کر لانا تھا۔ رام بابو نے ماں کو بتایا۔ ماں نے کہا "مجھے فرصت نہیں ہے بعد میں دیکھیں گے" وہ کام پورا نہیں کر سکا پر دوسری وجہ تھی۔ ان دونوں وجہوں سے ٹیچر کو غصہ آیا اس نے اسے زور کا تماچہ لگایا۔ اور دو پریڈ تک بینچ پر کھڑا رہنے کو کہا۔ اسے اتنا غصہ آیا کی وہ ٹیچر کو مار ڈالے، پر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس بے عزتی کو سہتے ہوئے دو پریڈ ایسے ہی کھڑا رہا۔

"میں کل سے اسکول نہیں جاؤنگا۔ آرام سے گھر میں بیٹھوں گا"۔ اس نے من ہی من میں طے کیا۔ گھر کی بات سوچتے ہی باپ کی یاد آئی۔ انہیں پروگریس کارڈ دکھانا پڑے گا۔ اچھا ریک نہیں ملا تو انہیں غصہ آئے گا۔ ویسے بھی انہیں بات بات پر غصہ آتا ہے۔ پتہ نہیں وہ کیا پوچھیں گے اور میں کیا جواب دونگا اسے بہت ڈر لگنے لگا۔ اس بار اگر وہ ڈانٹیں گے تو میں گھر چھوڑ کر بھاگ جاؤنگا لیکن کہاں جاؤنگا؟ کہاں رہونگا؟ کھانا کون دیگا؟ اسکول جانے میں ڈر لگتا ہے۔ گھر جانے میں بھی ڈر لگتا ہے اسے رونا آگیا۔ روتے روتے ہوم ورک کی کتابیں نکالیں۔

" The Panets revole around the sun ------ The earth spins on it Axis "

Axis کا کیا مطلب ہوتا ہے۔

سائنس کی کتابیں پھینک کر میتھس کی کتابیں نکالیں۔

" The side of a square is twice as long as the side of another square. How many times is the perimeter of the first square than the perimeter of the second square?"

The side of square------ perimeter of the square -----

www.urduchannel.in

یہ پڑھائی مجھ سے نہیں ہوگی۔ مجھے تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اسکول میں ٹیچر مارتی ہے، گھر میں پاپا ڈانٹیں گے۔۔۔۔ مر جاؤں گا۔۔۔۔ میں مرنا چاہتا ہوں "I want to dye" ہوم ورک کی کاپی میں اس کی بات ماسٹر نے لکھ ڈالی۔ وہ رونے لگ گیا۔ روتے روتے سو گیا۔ پانچ بجے کے قریب اس کی آنکھ کھلی۔ سونے کے بعد اسکا من تھوڑا ہلکا ہوا۔ اسے بھوک لگنے لگی۔ میز پر رکھا ناشتہ کھایا اور دودھ پی لیا۔ بچے کھیل رہے تھے، وہ کھڑکی میں سے انہیں دیکھنے لگا۔ بچے اس روز رہے تھے ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہوئے، گرتے دوڑتے مزے میں کھیل رہے تھے۔ انہیں دیکھنے میں رام بابو کو بڑا مزہ آرہا تھا وہ کھڑکی پر چڑھ کر سلاخوں کو پکڑ کر جھولنے لگا۔ تبھی گھنٹی بجی۔

"ماں آگئی" کہتے ہوئے کھڑکی سے اترا اور دروازہ کھولنے کیلئے دوڑا۔

"ناشتہ کیا؟" وملا نے کمرے میں نظر دوڑائی۔ کتابیں ایک طرف پانی کی بوتل ایک طرف کمرے میں سب چیزیں تتر بتر تھیں۔

"گھر کو کیسا بنا رکھا ہے بیٹا، صاف رکھنا چاہئے نا" کہہ کر چیزوں کو اپنی اپنی جگہ رکھنے لگی۔

"ماں تھوڑی دیر کیلئے کھیلنے جاؤں؟" دھیرے سے ماں کے پاس آکر اس نے پوچھا۔

"ہوم ورک ختم کرلیا؟"

"آکے کرلوں گا۔"

"جا پر جلدی آجانا۔ کپڑے گندے نہ کرنا" ماں کی اجازت ملتے ہی وہ دوڑ کر باہر چلا گیا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے، پربھاکر آندھی کی طرح آیا۔ آتے ہی غصے سے پوچھا۔ "کہاں ہے تمہارا لاڈلا؟"

"کیوں" "دوسرے کمرے میں TV دیکھ رہا ہے"۔

"بلاؤ اسے۔ معلوم ہے اسکی وجہ سے مجھے کیا کیا سننا پڑا؟ اسکی پرنسپل نے دفتر میں فون کرکے برا بھلا کہا۔ کہہ رہی تھیں کہ ہم اسکی پڑھائی کی طرف دھیان نہیں دے رہے ہیں۔ اگر اس نے کام سدھار نہیں کیا تو ایل سی دے کر اسکول سے باہر کردیں گی۔ کبھی کبھی دوڑ دھوپ کرکے دو ہزار ڈونیشن دینے کے بعد صاحب زادے کو اچھے اسکول میں داخلہ ملا۔ ہم نے اسکی بھلائی کے لئے تو یہ سب کیا تھا، پر یہ بے وقوف تو۔۔۔۔"

باپ کی آواز سن کر رام بابو ہال نے آیا۔ غصے سے لال ہوتے ہوئے پربھاکر نے پوچھا "تیرا پروگریس کارڈ کہاں ہے رے؟"

کھیل اور ٹی وی میں کھو کر رام بابو کو تھوڑی دیر کیلئے بھول گیا تھا۔ اب یاد آتے ہی اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"بیگ میں ہے" اس نے دبی آواز میں کہا۔ پتا کے غصہ کے ڈر سے اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"۔۔۔ ۲۳واں رینک۔" پربھاکر نے کارڈ کو زمین پر پھینک دیا۔ بچہ چونک پڑا۔

"پہلے پانچ نمبروں میں آنے کو کہا تھا نہیں؟ ہر روز جو اسکول میں پڑھایا جاتا ہے اسے دوبارہ پڑھنے کو کہا تھا نا؟"

ڈرتے ہوئے رام بابو نے سر ہلایا۔

www.urduchannel.in

"سر مت ہلاؤ، منہ سے بولو۔"

"بتایا تھا۔"

"ویسے ہی پڑھائی کر رہے ہو؟"

"ہاں، کر رہا ہوں"۔

"آج کا ہوم ورک کیا؟"

"ابھی نہیں کیا۔"

"کیوں نہیں کیا""

"-----"

"تمہاری کاپیاں کہاں ہیں؟" پربھاکر گلا پھاڑ کر چلایا۔ رام بابو نے کانپتے ہوئے کتابیں نکالیں۔ پربھاکر ورق پلٹ کر دیکھ رہا تھا تو دیکھا۔۔۔'I want to dye' لکھا تھا۔

"ڈائی کی اسپیلنگ کیا ہے؟" پربھاکر کو اس لفظ میں ہجے کی غلطی ہی دکھائی دی۔ بچے نے کاپی میں ایسا کیوں لکھا اس کے بارے میں اس نے سوچا ہی نہیں۔

۔۔۔رام بابو پھر کانپنے لگا، پر منہ نہیں کھولا۔

"بتا" دانت چباتے ہوئے پربھاکر پھر چلایا۔

"ڈی۔۔۔وائی۔۔۔ای۔۔۔"

"تیرا سر ڈی۔۔۔وائی۔۔۔ای۔۔۔اسے سو بار لکھ کے دکھا۔"

بچے کو تھر تھر کانپتے دیکھ کر ورملا کو ترس آ گیا۔ اسے گود میں لے کر پیار کرنے کی خواہش ہوئی۔ پر اس نے سوچا کی جب پربھاکر ڈانٹ رہا ہے تو اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ پھر بچے کے من میں ان کیلئے عزت نہیں رہے گی۔ پھر بھی اس نے بات بدلتے ہوئے کہا" آتے ہی آپ اسے لے کر بیٹھ گئے؟ ہاتھ منہ دھو لیجئے، پھر آرام سے اس سے پوچھ لینا جو کچھ پوچھنا ہے۔" یہ کہہ کر وہ پتی کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ پربھاکر اندر چلا گیا۔

کھانا کھاتے وقت بھی پرنسپل کی باتیں یاد کر کے وہ آگ بگولا ہونے لگا۔ 'اسکول میں کیا پڑھا دیتے ہیں۔ کیا یہ پڑھائی ہے؟ یہ تو ایک ریکیٹ ہے، سینکڑوں روپے فیس دینے کے بعد بھی روز چار گھنٹے اس کا ہوم ورک کرانے میں بیت جاتا ہے۔ یہ کیسا طریقہ ہے، بچے کا ہوم ورک ہم کیوں کرائیں؟ یہ تو اسی کا کام ہے۔ اسے ہی کرنا چاہئے۔ نہ جانے اس کے سر میں عقل نام کی چیز ہے بھی یا نہیں۔۔۔' پھر بیٹے پر غصہ آیا۔ ایک دو بار غصہ نہ روک پانے کی وجہ سے وہ پھر بیٹے کو ڈانٹنے کیلئے منہ کھولنے لگا تو ورملا نے اشارے سے منع کیا کہ کھاتے وقت غصہ نہ کریں۔

رام بابو سر جھکا کر کھا رہا تھا۔ ماں باپ کی طرف دیکھنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ کھانا اس کے گلے سے نیچے نہیں اتر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کی ابھی یہ طوفان تھما نہیں ہے۔ یہ پھر سے اٹھنے والا ہے۔ کھانے کے بعد پربھاکر کمرے میں ٹہلنے لگا اور بیچ بیچ میں بیٹے کا طرف گھورنے لگا۔ پر رام بابو پتا کی آنکھوں سے آنکھیں ملا نہیں پا رہا تھا۔

www.urduchannel.in

وہ ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا اور دھڑکتے دل سے جو الا مکھی فتنے کے انتظار میں گھڑیاں گنتا ہوا بیٹھا تھا۔
"نمبر کم کیوں آئے؟" ٹہلنا بند کر کے پربھاکر بیٹے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور دھیمی آواز میں پوچھا۔ تب رات کے ساڑھے نو بجے تھے۔ وملا بھی کام ختم کر کے وہیں آ کر بیٹھ گئی۔

اچانک باپ کو سامنے کھڑا دیکھ کر بچہ ہڑبڑایا۔ ہاتھوں کو مسلتے ہوئے وہ گھبراہٹ میں ماں کی طرف دیکھنے لگا۔ ماں نے جب کچھ نہیں کہا تو روتی سی آواز میں بولا "پتہ نہیں۔"

"پیپر ٹھیک کیا تھا؟"

"ہاں، ٹھیک کیا تھا۔"

"ٹھیک کرنے پر بھی تجھے نمبر نہیں ملیں؟"

"------"

"اچھا یہ تو بتا کی سبق تیرے سمجھ میں آرہے ہیں یا نہیں؟ -- جب باکی سب بچوں کو سمجھ آرہا ہے تو اسے کیوں نہیں آتا؟ احمق کہیں کا۔" پھر پربھاکر کا غصہ چڑھ گیا، "تیری بھلائی کیلئے تجھے اچھی تعلیم دلانے کیلئے پیسہ پھونک رہا ہوں۔ ہم لوگوں کو اونچی پڑھائی کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اسلئے اپنے سے بھی کم دماغ والے کو سلام کرنے کی نوبت آگئی ہے۔ اس طرح کی چھوٹی نوکریاں کرنی پڑ رہی ہے۔ تجھے ایسی نوکریوں میں سڑنا نا پڑے اسلئے تو ہم تجھ پر اتنا دھیان دے رہے ہیں۔ پر تو ہے کی تجھے پڑھائی کی کوئی فکر نہیں ہے۔ ہم دونوں کمار ہے اسلئے تو گھر میں ٹی وی، فریج، اسکوٹر وغیرہ ہیں، نہیں تو ہمارے پاس کیا ہے۔ بس، میرٹ میں آگئے تو زندگی بن جائیگی، نہیں تو بھیک مانگنے کے قابل بھی نہیں رہوگے" اپنا سارا فرسٹریشن پربھاکر نے بیٹے پر اتارا۔

پربھاکر کی باتیں رام بابو کی سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ ایسے بیٹھا تھا جیسے کانٹوں پر بیٹھا ہو۔ وہ اس امتحان کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس تقریر کے بعد پربھاکر کا جوش تھوڑا ٹھنڈا ہو گیا۔ وہ اپنے کمرے میں گیا اور سگریٹ پینے لگ گیا۔ وملا نے رام بابو کے پلنگ کو ٹھیک کیا اور اسے سونے کو کہہ کر اپنے کمرے میں جانے لگی تو اس نے ماں کا آنچل پکڑ لیا۔ باپ کو کہیں سنائی نہ دے اسلئے وہ دبی آواز میں بولا، "ماں، آج تم میرے پاس سوؤگی۔"

اسکول میں اس کے ساتھ کیا گیا سلوک پتا کا کرودھ، سب کچھ وہ ماں کی گود میں دبک کر بھول جانا چاہتا تھا۔

"ٹھیک ہے" کہہ کر وملا اس کے پاس لیٹ گئی۔ اسے بہت خوشی ہوئی۔ ایک ہاتھ اور ایک پیر ماں کے اوپر ڈال کر اس سے لپٹ گیا۔ وملا اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگی، "دیکھ بیٹے، پتا جی تیری بھلائی کے لئے ہی ڈانٹتے ہیں۔ تو یہ مت سمجھنا کی وہ تجھ سے پیار نہیں کرتے۔ تیرے لئے کتنا کھلونا اور کتابیں خرید کر لاتے ہیں ۔۔۔ ہیں نا؟"

بچہ اس امید میں تھا کی ماں اسے تسلیاں دیگی، اس کا دکھ دور کریگی۔ پر جب اس نے ماں کی باتیں سنی تو اسے بہت دکھ ہوا۔ اس نے ماں پر سے اپنے ہاتھ اور پیر ہٹالئے اور دور ہٹ کر لیٹ گیا۔ وملا نے دھیان نہیں دیا، اور بولتی گئی، "ہر روز اپنے سبق یاد کر لینا۔ اسکول میں ٹیچر جو پڑھاتی ہے اسے دھیان سے سننا۔ اچھا ٹیوٹر ملنے

www.urduchannel.in

پر ٹیوشن لگوادوں گی۔ اسکول میں پڑھایا ہوا سبق سمجھ میں نا آئے تو ٹیوٹر سے پوچھ لینا۔ تم اچھی طرح پڑھو۔ پڑھ کر زندگی میں کچھ بنو، یہی ہماری خواہش ہے، پڑھو گے نا؟"

زندگی میں کچھ بن کر دکھانے کا مطلب تو میں نہیں جانتا، پر مجھے بہت سی باتیں جاننے کی بڑی خواہش ہوتی ہے۔ یہ دنیا بڑی انوکھی، ایک خوبصورت پہیلی لگتی ہے۔ کل جو بیج بویا ماں سے آج جب پودھا پھوٹتا ہے تو مجھے یہ بات عجیب لگتی ہے، تعجب ہوتا ہے۔ میں تاروں کے بارے میں، کار، اسکوٹر، ہوائی جہاز، راکیٹ ان سب کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ یہی نہیں پڑوس میں رہنے والی دادی جب 'چندا ماما' پڑھ کر کہانیاں سناتی ہیں تو مجھے بہت سکون ملتا ہے۔ خواہش ہوتی ہے کی میں بھی ایسی کہانیاں اسے سناؤں۔ شام کو جب گلیوں میں شور مچاتے بچے پتنگ اڑاتے ہوئے گیند سے کھیلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو من کرتا ہے کی میں بھی ان کے ساتھ کھیلوں۔ میرا من بالکل نہیں کرتا کہ میں اکیلا گھر پر بیٹھ کر ہوم ورک کروں۔ کتابوں میں پڑھ کر بہت سی باتیں جاننے کی خواہش تو ہے، پر اسکول کی کتابوں میں لکھے سبق رٹ کر ٹیپ ریکارڈر کی طرح انہیں دوہرانے میں یا کاپیوں میں سوالوں کے سہی جواب اتارنے میں کوئی مزا نہیں آتا۔ پڑھائی کے نام پر میری چھوٹی چھوٹی خواہشوں کو مسل کر مجھے نمبرا اسکور کرنے کے کمپیوٹر کی طرح مت بدل ڈالئے۔ میرے بچپن کو مجھ سے مت چھینئے۔' اپنے من میں اٹھنے والی خواہشوں کو ایسے صاف لفظوں میں بتانے کیلئے اس کے پاس زبان نہیں تھی، کیوں کہ وہ بہت چھوٹا تھا۔ منہ کھولتا تو رونا ہی آتا اسلئے ہونٹوں کو دانتوں میں دبا کر وہ 'ہاں' کہہ کر چپ ہو گیا۔ ماں کے پاس لیٹنے کا آنند غائب ہو گیا۔ ماں کا سپرش اسے تسلی نہیں دے رہا تھا۔ وہ ماں کی قربتی کو برداشت نہیں کر پایا۔

"میں اکیلے سونا چاہتا ہوں۔ تم اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔" اس نے کہا۔

"کیوں، کیا ہوا، اماں پنے پاس سونے کو کہا تھا نا؟" وملا نے کہا، "ٹھیک ہے پھر گڈ نائٹ بولو۔" کہہ کر وملا نے اس کا گال چوما پر اس سے پیار نہیں تھا۔

وملا نے اسے چادر اڑھایا اور پربھاکر کے کمرے میں چلی گئی۔ دروازہ بند کر کے وہ پربھاکر سے بولی، "دیکھئے وہ کتنا گھبرایا ہوا ہے۔ وہ بھی کیا کرتا، من لگا کر پڑھتا تو ہے نا۔ شروع سے ہی وہ پڑھائی میں ایوریج دیتا تو ہم جانتے ہی ہیں۔ انگریزی زبان میں وہ سبق سمجھ نہیں پارہا ہے۔ سب کے دماغ ایک جیسے نہیں ہوتے ہیں۔ کچھ بچے ایک ہی بار میں باتیں سمجھ لیتے ہیں، کچھ بچوں کو دس بار سمجھانا پڑتا ہے۔ ویسے بھی اسکول زندگی کا ایک حصہ ہے، وہی زندگی نہیں ہے۔ اسکول میں اول آنے والے کتنے ہی لوگ آگے چل کر ناکام رہے۔ پڑھائی میں ایوریج رہنے والے اونچے عہدوں پر پہنچنے میں کامیاب بھی رہے۔ نا جانے اس میں کون سا آرٹسٹ، سائنسداں چھپا ہے۔ میرٹ میں نا آنے پر اسے ڈانٹنے پیٹنے سے وہ نروس ہو جائیگا، پر کیا وہ اول آسکے گا؟" وملا کو بھی رونا آگیا۔

پربھاکر چپ رہا۔ وہ بھی یہ سب جانتا تھا۔ اگر تعلیم کا مقصد ترقی ہے تو اس کیلئے اتنی دوڑ دھوپ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دھیرے دھیرے تعلیم حاصل کر کے اپنی طاقت کے لحاظ سے کسی نہ کسی حلقہ میں اپنی خوبی دکھا سکتا ہے پر ۔۔۔۔ اس کیلئے لئے تو یہی پڑھائی روزی روٹی کمانے کا ذریعہ ہے۔ وہ آنے والے کل کا شہری

www.urduchannel.in

ہے۔ یہ زندگی ایک دوڑ ہے۔ جو دوڑ نہ جانے، وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ جو پیچھے رہ جائے، وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اس کی تھکاوٹ پر ماں باپ بھلے ہی ترس کھائیں دنیا ترس نہیں کھائے گی۔ وہ بے رحمی سے ایسے روندتی ہوئی آگے بڑھ جائے گی۔ اگر وہ قدم قدم پر، اسکول میں، کالج میں، یونیورسٹی میں، نوکری میں، مقابلوں میں حصہ لے کر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے تو ابھی سے اسے اس 'ریٹ ریس' اور 'ایجیوں' کا آدمی بننا پڑے گا۔ پر۔۔۔۔ کلی تو وقت آنے پر ہی پھول بنتی ہے، اگر زبردستی اسے پھول بنایا جائے تو کیا ہوگا؟

پربھاکر ان خیالوں سے پریشان ہو گیا۔ بیٹے کے مستقبل کی فکر بے چین کر رہی تھی۔ ابھی دس سال کا بھی نہیں ہوا۔۔۔۔ وملا سچ کہہ رہی ہے۔۔۔۔ نہ جانے بڑا ہو کر پرتی بھاوان بن جائے! میں بے کار ابھی سے پریشان ہو کر اسے ستا رہا ہوں۔ یہ خیال بھی اسے کھائے جا رہا تھا۔ بچے کو بڑی پریشانی ہو رہی ہے۔ اسکول بدل کر ہندی میڈیم میں ڈال دیا جائے، تو؟ پر کومپٹیشن تو سب جگہ رہے گا ہی۔ اس کی الجھن دور نہیں ہوئی۔ سوچ میں ڈوبا وہ بیٹے کے کمرے میں گیا اور پلنگ پر سوتے ہوئے بچے کے معصوم چہرے کی طرف دیکھتا کھڑا رہا۔ اس کے من میں رحم اور پیار بھر آئے۔ جھک کر اس نے بچے کے گال کو چوم لیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

رام بابو تب تک سونے کا ناٹک کر رہا تھا۔ پتا کے چلے جانے کے بعد سکون کی سانس لی۔ دوسرے کمرے کی بتی بجھ گئی۔ تب۔۔۔۔ اس اندھیرے میں۔۔۔۔ اکیلے میں اس کے من کا دکھ پھوٹ پڑا۔ چادر سے منہ ڈھک کر بنا آواز کیے وہ سسک سسک کر رونے لگا۔ 'میں بے وقوف ہوں، مجھے سبق یاد نہیں رہتے۔ اچھے نمبر نہیں ملتے، میں کیا کروں؟' وہ اپنے آپ سے بڑی معصومیت سے سوال کرتا ہوا، جواب بھی خود ہی دیتا ہوا تھوڑی دیر کے بعد سو گیا۔

نیند میں بھی پریشانیاں، طرح طرح کے ڈر، بیچ میں بجلی کی چمک جیسی خوشیاں۔۔۔۔ ٹرن۔۔۔۔ ٹرن
۔۔۔۔ ٹرن ۔۔۔۔ اوپن یور بک ۔۔۔۔ ریڈ لیسن نمبر فائیو۔۔۔۔ میں اپنی پینسل دونگا۔ مجھے کیا دوگے
When we multiply the ۔۔۔۔ اسٹینڈ اپان دی بینچ What is Photo synthesis ۔۔۔؟
The green coloring matter which ۔۔۔۔ چڑھو چڑھو ۔۔۔۔ بس آگئی ۔۔۔۔ Numireter
is present in اسٹینڈ اپان دی بینچ ۔۔۔۔ دی دی کیا سچ مچ شیطان کے سینگھ اور بڑے بڑے دانت ہوتے
ہیں؟ ۔۔۔۔ To compar a mixed Numeral with an improper Fraction---
میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے ۔۔۔۔ رام بابو، لاسٹ رینک ۔۔۔۔ اسٹینڈ اپان دی بینچ
۔۔۔۔ تیرا پروگریس کارڈ کہاں ہے؟ ۔۔۔۔ میں بھاگ جاؤں گا ۔۔۔۔ پروگریس کارڈ ۔۔۔۔ میں مر جاؤں گا
۔۔۔۔ میں مرنا چاہتا ہوں ۔۔۔۔ آئی وانٹ ٹو ڈائی ۔۔۔۔ دی ۔۔۔۔ آئی ۔۔۔۔ ای ۔۔۔۔ ڈی ۔۔۔۔ ائی
۔۔۔۔ ای ۔۔۔۔ ڈائی ۔۔۔۔ ڈی ۔۔۔۔ وائی ۔۔۔۔

"چترا! اٹھا جا بیٹا، چھ بجنے کو ہیں۔"

نیند میں رام بابو کو ماں کی آواز ایسے سنائی دی، جیسے کہیں دور کویں سے آ رہی ہو۔ اس کی نیند نہیں ٹوٹی۔ اس کی سیپ جیسی پلکیں تھوڑی ہلی پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔

□□

www.urduchannel.in

○ قمر صدیقی

انٹرنیٹ، سائبر اسپیس اور اسلام

ابھی ہم اوش انٹینا اور کیبل نیٹ ورک کی ثقافتی یلغار سے تہذیب کے دفاع کا مسئلہ حل نہیں
کر پائے تھے کہ انٹرنیٹ (Internet) اور سائبر اسپیس (Cyberspace) نے ہماری تہذیب و
ثقافت پر پوری طرح سے دھاوا بول دیا ہے۔ آج سماجی زندگی کے تار و پود بکھر رہے ہیں، خاندانی نظام
ٹوٹ رہا ہے۔ دوسروں کیلئے دکھ درد کا احساس ختم ہو چکا ہے آج اس انٹرنیٹ کے دور میں انسان پوری طرح
Digital ہوتا جارہا ہے۔ اخلاقیات کا نام لینا قدامت پسندی سمجھا جاتا ہے ایثار و قربانی کے الفاظ جوراسک
عہد کی کوئی چیز سمجھے جانے لگے ہیں۔ ادب آرٹ کلچر اور صحافت غرض اظہار کے لگ بھگ سبھی ذرائع نے
Boldness کے نام پر جنسی انارکی اور فحاشی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ (خود ہمارے یہاں عزرا عباس برانڈ
لوگ Extrallbirty کے نام پر بیڈ روم شاعری کر رہے ہیں۔) اور اس پر طرہ یہ کہ ان پر تنقید کرنے والوں
کو غیر مہذب، پسماندہ یا Uncultured کہا جاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بھی- Shesow enta
lectual بل کلنٹن اور مونیکا لیونسکی کے معاملات پر بڑی شدت سے React کرتے ہیں۔ آخر بل
کلنٹن اور مونیکا لیونسکی نے کون سا ایسا غلط کام کیا جس کا پرچار یہ لوگ نہیں کرتے۔ ترقی پسندی، جدیدیت،
مابعد جدیدیت سبھی تحریکوں نے ہر مرد کو کلنٹن اور ہر عورت کو لیونسکی بننے کے حالات پیدا کئے ہیں۔ اگر
آپ کا ایمان یہ نہیں ہے کہ کلنٹن اور لیونسکی کی سزا سنگ ساری ہے تو پھر اس پر آپ کا رد عمل کیا معنی۔

آج پوری دنیا میں افراتفری کا ماحول ہے ایک کبھی نہ رکنے والی بھاگم بھاگ ہے۔ ہر طرف ٹکراؤ
ہر طرف انتشار اور ہر زبان پر پکار ہے امن امن امن۔۔۔۔ حالانکہ ہم سنتے ہیں کہ یہ علم و عقل کے فروغ
اور معقولیت پسندی Redicalism کا دور ہے انٹرنیٹ کا دور ہے۔ ٹکنالوجی کی ترقی کا دور ہے۔ چاک کی
ایجاد (Wheel discovery) سے شروع ہونے والی یہ ترقی صنعتی انقلاب سے ہوتے ہوئے آج کمپیوٹر
ایجاد کی بدولت مواصلاتی انقلاب کے دور میں داخل ہو چکی ہے۔ انٹرنیٹ نے مواصلات اور انفورمیشن کے
میدان میں حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ آج دنیا ایک Global Village میں تبدیل
ہو گئی ہے۔

انٹرنیٹ یعنی معلومات یا انفومیشن کا ایک کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ اور اسی طرح سائبر
اسپیس یعنی ایک ایسی دنیا جہاں زماں و مکاں پر صرف مشین یعنی کمپیوٹر کی حکمرانی ہو۔ آج یہ انفورمیشن
سوپر ہائی وے یعنی انٹرنیٹ اور سائبر اسپیس انسان کو غلام بنائے دے رہے ہیں۔ چاک (Wheel) کی
قید سے ہارڈ ڈسک کی قید کا یہ سفر ایک دن اس منزل تک پہنچ جائے گا جہاں سے واپسی کا سفر ناگزیر ہوگا۔
تب انسان کی تمنا اور تلاش دوسرا اسرا اسے اسلام ہی تک پہنچائے گا اور شاید واپسی کا بھی سفر آزادی کا سفر
ہوگا۔

□□

www.urduchannel.in

نعت

○سہیل وارثی

تراذکرذکرِ جمیل ہے۔
مرا نفس نفس ذلیل ہے۔

یہی زندگی کی ہے جستجو
یہی دل کی ہے مرے آرزو
سرِ حشر ہو مرے ساتھ تو
ترے ساتھ ربِ جلیل ہے۔

تراذکرذکرِ جمیل ہے۔

جو تری گلی کو نہ جانتا
رہِ حق نہیں پہنچانتا
میں کبھی خدا کو نہ مانتا
تیری ذات رب کی دلیل ہے

تراذکرذکرِ جمیل ہے۔

یہ نہیں ہے رسمِ درود وفا
سنے نامِ احمدِ مجتبےٰ
نہ پڑھے درود جو برملا
بخدا وہ سخت بخیل ہے۔

تراذکرذکرِ جمیل ہے۔

تو ہے وجہِ رحمتِ دو جہاں
تری ذات مشعلِ رہرواں
مرا زادِ رہ بھی قلیل ہے

تراذکرذکرِ جمیل ہے۔

ہے ایک آتش و خون کا معرکہ
ہو کرم کہ اے شہِ انبیاء
یہ سہیلؔ وارثی بے نوا
نہ حسین ہے نہ خلیل ہے۔

◆◆

www.urduchannel.in

□ فہمیدہ ریاض

یہ عشق نہ تھا آساں

یہ عشق نہ تھا آساں
اے دل کبھی سوچا تھا
اک آگ کا دریا ہے
اور ڈوب کے جاتا ہے
اور وقت وہ آتا ہے
بس آگ دکھائی دے
ساحل نہ نظر آئے
چھوٹے سے ترے بچ کی
ہے نام مسافت کو
منزل نہ نظر آئے
جب آس ہو کوئی
اور پاس نہ ہو کوئی
لکڑی کی طرح جس دم
جلتا ہو بدن تیرا
کیا پاس ترے ہے کچھ
وہ شئے کہ نہ جل پائے
جو بچ کے نکل پائے
آنسو سے بھی ہلکی ہو
اک نور کی جھلکی ہو
سو تو بھی، اے دل ہے
یہ عشق جو مشکل ہے

♦♦

□ طاہر افق (ممبئی)

ایک لمحہ

کروڑوں لمحوں میں زندگی کے میں جینا چہتا ہوں
ایک لمحہ
نہ ہو کسی کا بھی نقش جس میں
نہ ہو کسی کا بھی عکس جس پہ
لمحہ وہ جو اصل میں ہو میرا
اس ایک لمحے کا میں خدا ہوں
اور میں ہی بندہ
میں ہی بدن ہوں اور میں ہی سایہ
اور اس میں کوئی احساس نہ ہو
بس ایک احساس زندگی ہو۔
اور زندگی بھی پگھل رہی ہو۔
زمین
جیسے کہ تھم گئی ہو۔
لمحہ وہ
جیسے کہ جم گیا ہو
اور اس لمحے میں تمام عالم سمٹ رہیں ہو
کروڑوں لمحوں میں زندگی کے
میں جینا چاہتا ہوں
ایک لمحہ

♦♦

www.urduchannel.in

عبدالاحد ساز

وہ کسک شام کی اور صبح کا وہ سوز نہیں
اب وہ اپنے سے زمانے کے شب و روز نہیں

قد ہے بے کار جو اونچائی میں گہرائی نہ ہو
وہ فلک بوس ہی کیا ہے جو فلک دوز نہیں

رلویا ! ہم کو فقط اسکی حکایات سنا
اثر انگیز جو ہوں ، اور سبق آموز نہیں

آہ ! یہ جنس بصارت ، نہ دُھند لکے نہ کرن
اف یہ منظر جو کہیں سے نظر افروز نہیں

تو نے مدت سے وہ حسن ہی نہیں چھیڑی اے دوست
کیوں شکایت ہے اگر میں اثر اندوز نہیں

ساز تم اس سے بچھڑ نا نہیں ، بچنا بھی مگر
اس سے ملنا بھی کچھ ایسے کہ ۔ کئی روز نہیں

●●

شمیم طارق

پس غبار نظر منظر تباہی ہے
اس آئنے کے مقدر میں روسیاہی ہے

بہادری کے جو قصے سنا رہا ہے بہت
محاذ جنگ سے بھاگا ہوا سپاہی ہے

میں جب سے جاگتی آنکھوں کا خواب ہارا ہوں
مرے نصیب میں جو کچھ ہے رتجگاہی ہے

وہ ایک آئنہ چہرہ ہے جو بجنبش نفاق
گناہ کر کے کبھی تصویر بے گناہی ہے

ہمہ شناش گنے جارہے ہیں حدف شناش
ہمارے عہد کی پہچان کم نگاری ہے

یہ شہر چیختی روحوں کا شہر ہے طارق
سکوت شب بھی یہاں شور بے صدائی ہے

●●

www.urduchannel.in

نظیر باقری

صراطِ غم کا سفر اختیار کرتے رہے
تری خوشی تھی جو اشکوں سے پیار کرتے رہے

خدا کا شکر کہ ہم بے خبر ہوئی نہ کبھی
نظر کے تیر فصیلوں کے پار کرتے رہے

ہمارے نام سرِ فرشِ خاک تک نہ ہوئی
ہم آسماں کے ستارے شمار کرتے رہے

دیارِ عشق عجب ہے جہاں پہ اہلِ خرد
فریب کھاتے رہے اعتبار کرتے رہے

سجائیں زخموں کی کلیاں کبھی لہو کے گلاب
اسی طرح سے خزاں کو بہار کرتے رہے

اتر گیا ہی نہیں اس کے دیکھنے کا نظیر
تمام عمر نظر کا اُتار کرتے رہے

●●

تمہارا شکوہ بامعنی، شکایت بھی ہے بامعنی
بہت تھوڑی سی کمی پر یہ عداوت بھی ہے بامعنی

مگر اس مدعا کا دیکھئے مقصود کتنا ہے
یوں تو لفظ بامعنی حکایت بھی ہے بامعنی

خداوندا یہ کیسے دور میں اب جی رہے ہیں ہم
کہ اب نفرت ہے بامعنی، محبت بھی ہے بامعنی

وہ تیم وہ ہوگیا ہے اب سراپا مقصد و معنی
ہر اک غم اسکا بامعنی، مسرت بھی ہے بامعنی

●●

www.urduchannel.in

عبید اعظم اعظمی

قرار اب کے کہاں ملے گا مجھے پتہ ہے
خیال کیسے کہاں رکے گا مجھے پتہ ہے

میں دل کو بچپن سے جانتا ہوں، ہزار غم ہوں
کسی سے کچھ بھی نہیں کہے گا مجھے پتہ ہے

یہ راکھ تیزی سے اپنی ہیئت بدل رہی ہے
یہیں کہیں سے دھواں اٹھے گا مجھے پتہ ہے

میں ان مراحل سے برسوں پہلے گذر چکا ہوں
یہ کارواں کب کہاں لٹے گا مجھے پتہ ہے

یہ درد دل ہے یہ درد جاں ہے عبید اعظم
یہ بار تم سے نہیں اٹھے گا مجھے پتہ ہے

●●

وسیم مومن

بزم اردو مہاراشٹر کالج

تمہارا شکوہ بامعنی، شکایت بھی ہے بامعنی
بہت تھوڑی سی کی پر یہ عداوت بھی ہے بامعنی

مگر اس مدعا کا دیکھئے مقصود کتنا ہے
ہیں یوں تو لفظ بامعنی حکایت بھی ہے بامعنی

خداوندا یہ کیسے دور میں اب جی رہے ہیں ہم
کہ اب نفرت ہے بامعنی، محبت بھی ہے بامعنی

وسیم وہ ہوگیا ہے اب سراپا مقصد و معنی
ہر اک غم اسکا بامعنی، مسرت بھی ہے بامعنی

●●

www.urduchannel.in

عبید اعظم اعظمی

علم عروض

س: ہم ہیں متاعِ کوچہ و بازار کی طرح
اٹھتی ہے ہر نگاہ خریدار کی طرح

مجروح سلطان پوری کی غزل کا یہ شعر کس بحر میں ہے ؟ اس کی تقطیع کا طریقہ کیا ہوگا ؟

ج: یہ شعر بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف میں ہے
مفعول فاعلاتُ مفاعیلُ فاعلن
تقطیع ملاحظہ فرمائیں
ہم ہیں م / مفعولُ۔ تاعِ کوچ / فاعلاتُ۔ وبازار / مفاعیل۔ کی طرح / فاعلن
اٹھتی ہ / مفعول۔ ہر نگاہ / فاعلاتُ۔ خریدار / مفاعیل۔ کی طرح / فاعلن

س: ان بتوں کی محبت بھی کیا چیز ہے
دل لگی دل لگی میں خدا مل گیا

یہ شعر کس بحر میں ہے اور اس کی تقطیع کس طرح کی جائے گی ؟

ج: یہ شعر بحر متدارک سالم مثمن میں ہے۔ اس بحر کا بنیادی رکن فاعلن ہے۔ اس بحر میں یہ رکن مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار آتا ہے۔
فاعلن / فاعلن / فاعلن / فاعلن
ان بتوں / فاعلن۔ کی محبت / فاعلن۔ بت بھی کیا / فاعلن۔ چیز ہے / فاعلن
دل لگی / فاعلن۔ دل لگی / فاعلن۔ میں خدا / فاعلن۔ مل گیا / فاعلن

www.urduchannel.in

س: ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
اس شعر کی بحر اور تقطیع بتلائیں؟

ج: یہ شعر بحر ہزج سالم مثمن میں ہے۔ ہزج کا بنیادی رکن مفاعلن ہے۔ اس بحر میں یہ رکن مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار آتا ہے۔ شعر کی تقطیع اس طرح سے ہوگی۔

ہزاروں سا / مفاعیلن ۔ ل نرگس اپ / مفاعیلن ۔ ن بے نوری / مفاعیلن ۔ پہ روتی ہے / مفاعیلن
بڑی مشکل / مفاعیلن ۔ سے ہوتا ہے / مفاعیلن ۔ چمن میں دی / مفاعیلن ۔ دَوَر پیدا / مفاعیلن

س: جہاں ہر طرف ایمان ہو ہمیں لے چلو ایسی جگہ
اسلام ہو قرآن ہو ہمیں لے چلو ایسی جگہ
یہ شعر اردو کی کسی مروجہ بحر میں ہے کہ نہیں، اگر ہے تو بحر کا نام اور اس کے رکن بتلائیں؟ شعر کی تقطیع کس طرح کی جائے گی۔

ج: جی ہاں یہ شعر اردو میں مروّجہ بحر کامل مثمن سالم میں ہے۔ اس بحر کا بنیادی رکن متفاعلن ہے یہ رکن اس بحر میں مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار آتا ہے۔ شعر کی تقطیع سے پہلے ایک بات آپ کو بتلاتا چلوں کہ جہاں ایک ساتھ تین حرکتیں جمع ہو جائیں تو درمیان کی حرکت ساکن کی جاسکتی ہے اس عمل کو تسکین اوسط کہتے ہیں۔ اردو اور فارسی میں تسکین اوسط کی عام اجازت ہے۔ لیکن اردو شاعری میں اس رعایت سے بہت ہی کم فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ تسکین اوسط کے ذریعہ اصل موازین کی مسکن شکلیں یوں ہو جاتی ہیں
متفاعلن تسکین اوسط کے بعد مُتْفاعلن ہو گیا جسے مانوس ہم وزن مستفعلن سے بدل لیا
فَعِلاتن تسکین اوسط کے بعد فَعْلاتُن ہو گیا جسے مانوس ہم وزن مفعولن سے بدل لیا
فَعِلن تسکین اوسط کے بعد فَعْلن ہو گیا
مفتعلن تسکین اوسط کے بعد مفْتعلن ہو گیا جسے مانوس ہم وزن مفعولن سے بدل لیا۔
اب اس شعر کی تقطیع ملاحظہ فرمائیں۔
جہاں ہر طرف / متفاعلن ۔ ایمان ہو / مستفعلن ۔ ہم لے چلو / متفاعلن ۔ ایسی جگہ / مستفعلن
اسلام ہو / مستفعلن ۔ قرآن ہو / مستفعلن ۔ ہم لے چلو / متفاعلن ۔ ایسی جگہ / مستفعلن

س: علی الرغم ناز شہید و فاہوں
مبارک مبارک سلامت سلامت
یہ شعر کس بحر میں ہے؟

www.urduchannel.in

ج: یہ شعر بحر متقارب سالم مثمن میں ہے۔اس بحر کا بنیادی رکن فعولن ہے۔اس بحر میں فعولن مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار ہوتا ہے۔

فعولن فعولن فعولن فعولن

علزغ / فعولن۔ م تازے / فعولن۔ شہیدے / فعولن۔ وفاہوں / فعولن

مبارک / فعولن۔ مبارک / فعولن۔ سلامت / فعولن۔ سلامت / فعولن

س: برس پندرہ کا کہ سولہ کا سن

جوانی کی راتیں مرادوں کے دن

یہ شعر کس بحر میں ہے؟

ج: یہ شعر بحر متقارب مثمن محذوف الآخر میں ہے۔

فعولن فعولن فعولن فعل

With best complement from

SHAMA DRY FRUIT

Plot no. 4/0/1, Shivaji Nagar,
Govandi, Mumbai-45

www.urduchannel.in

اردو چینل کی اشاعت

پر اردو چینل کے تمام اراکین کو

دلی مبارک باد

حبیب جعفری

www.urduchannel.in

میرو سلاو ہولب

میرو سلاو ہولب کی شخصیت کو شاعر اور سائنس داں کا ایک دلچسپ آمیزہ سمجھا جاتا ہے ۔ ایک جانب وہ چیک زبان کے نمایاں ترین شاعروں میں سے ایک ہیں اور دوسری طرف اپنے ملک کے ایک نامور کلینیکل پیتھولوجسٹ بھی ہیں ۔ انھوں نے اسیرج اور سئنسی کانگریسیوں میں شرکت کیلئے دنیا بھر میں سفر کیا ہے ۔ ہولب 1923 میں پلسن (plezen) شہر کے ایک ریلوے کارکن اور زبان کے استاد کے گھر پیدا ہوئے ۔ انھوں نے تقریباً 30 برس کی عمر میں اپنی کلینیکل ریسرچ اور شاعری کا بیک وقت آغاز کیا ۔ اسطرح تجربی سائنس وار تجربی شاعری انکی زندگی میں ساتھ ساتھ چلتی رہی ہیں ۔ خود ہولب کا کہنا ہے " سائنسی ذہن اور فنکارانہ ذہن کے درمیان کوئی گہرا فرق نہیں پایا جاتا ہے ۔ دونوں میں انتہائی خلا قیت اور انتہائی آزاد ساتھ ساتھ موجود ہوتی ہیں ۔ سائنسی نظری بھی ہوتی ہے اور تجربی بھی آرٹ صرف تجربی ہوتا ہے ۔

ہولب سیاسی لحاظ سے مارکسسٹ رہے ہیں لیکن انکے سیاسی خیالات نے کبھی ایقان (doqma) یا پارٹی کی اندھا دھند حمایت کی صورت اختیار نہیں کی ہولب کو مارکسسزم انسانیت نوازی اور امید پرستی جیسے خانوں میں قید کرنا مشکل ہے ۔ انکی شاعری کی جڑیں اس سے زیادہ ٹھوس اور تجرباتی زمین میں ہیں ۔

OO

www.urduchannel.in

قوت پرواز

□ترجمہ: اجمل کمال (کراچی)

ہمارے پاس
خوردبین سے دیکھی جانے والی مخلوق کے بیان کیلئے
کائنات کا ایک نقشہ ہے
ہمارے پاس کائنات کے بیان کیلئے
جرثومے کا ایک خاکہ ہے

ہمارے پاس
الیکٹرونکس سرکٹس کا بنا ہوا
شطرنج کا ایک گرینڈ ماسٹر ہے
لیکن سب سے بڑھ کر

ہمارے پاس صلاحیت ہے
مونگ پھلیاں چھیلنے کی
چلو میں پانی بھرنے کی
صوفے کے نیچے ایک پیچ کی تلاش میں
گھنٹوں جٹے رہنے کی قوت پرواز ہمیں اسی سے ملتی ہے۔

◆◆

سبق

□ترجمہ: اجمل کمال (کراچی)

ایک درخت داخل ہوتا ہے اور جھک کر کہتا ہے
میں ایک درخت ہوں
ایک سیاہ آنسو آسمان سے گرتا ہے اور کہتا ہے
میں ایک پرندہ ہوں
مکڑی کے جالے میں سے
محبت جیسی کوئی چیز نکل کر قریب آتی ہے اور کہتی ہے
میں خاموشی ہوں
لیکن بلیک بورڈ کے قریب ایک گھوڑا
اپنی جانی پہچانی واسکٹ میں قلابازیاں کھاتا ہے
اور اپنے کان دائیں بائیں جھٹکتے ہوئے بار بار دہراتا ہے
میں تاریخ کا انجن ہوں
اور ہم سب
ترقی
اور جرأت
اور سورماؤں کے غضب سے محبت کرتے ہیں
کلاس روم کے دروازے کے نیچے
خون کی ایک پتلی سی لکیر بہہ رہی ہے
کیونکہ یہاں سے معصوموں کا قتل شروع ہوتا ہے

◆◆

مردہ زبان کی نصابی کتاب

□ترجمہ: زاہد ڈار (کراچی)

یہ ایک لڑکا ہے
یہ ایک لڑکی ہے
لڑکے کے پاس ایک کتا ہے
لڑکی کے پاس ایک بلی ہے
کتے کا کیا رنگ ہے؟
بلی کا کیا رنگ ہے؟
لڑکا اور لڑکی ایک گیند کے ساتھ کھیل رہے ہیں
گیند کہاں لڑھکتی جا رہی ہے؟
لڑکا کہاں دفن ہے؟
لڑکی کہاں دفن ہے؟
پڑھو
اور ترجمہ کرو
ہر ایک خاموشی اور ہر ایک زبان میں
لکھو
کہ تم خود کہاں دفن ہو۔

◆◆

www.urduchannel.in

میڈیسن میں نوبل انعام پانے والا پہلا مسلم سائنسداں

”فرید مراد“

امریکہ کے تین سائنسدانوں فرید مراد، رابرٹ فرشگوٹ اور لوئس جے اگارو کو میڈیسن (طب) کے شعبہ میں نمایاں خدمات انجام دینے کیلئے مشترکہ طور پر نوبل انعام دیا گیا ہے۔

کارولنسکا انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے جاری توصیف نامہ میں کہا گیا ہے کہ قلبی عروقی نظام میں نائٹرک اکسائیڈ کے متعلق ان کی دریافت کیلئے یہ انعام دیا جارہا ہے۔ مسٹر مراد ہوسٹن میں یونیورسٹی آف ٹکساس میڈیکل اسکول سے وابستہ ہیں جب کہ مسٹر فرشگوٹ کا بروکلین کی نیویارک اسٹیٹ یونیورسٹی اور مسٹر اگنارو کالاس اینجلس کی کیلی فورنیا یونیورسٹی سے تعلق ہے۔

کمیونسٹ ادیب کو نوبل انعام

”جوس سارا ماگو“

دنیا کا سب سے بڑا ادبی اعزاز نوبل پرائز جوس سارا ماگو کو ان کے ناول ”بلائنڈنیس“ کیلئے دیا گیا ہے جو کہ دنیا کا سب سے باوقار انعام ہے۔ یہ انعام ہمارے ملک کے مشہور بنگلہ شاعر اور ادیب رابندر ناتھ ٹیگور کو بھی مل چکا ہے۔ سارا ماگو نے اپنا پہلا ناول ۱۹۴۷ء میں اس وقت لکھا تھا جب وہ صرف ۲۵ سال کے تھے یہ ناول مقبول تو نہیں ہوا لیکن ادبی حلقوں میں سارا ماگو نے بحیثیت ایک ادیب اپنی موجودگی ضرور درج کرادی تھی۔ ۷۵ سالہ سارا ماگو پرتگال کمیونسٹ پارٹی کے رکن ہیں۔ وہ اٹھارہ برسوں تک ایک پرجوش کمیونسٹ ورکر کی طرح پارٹی سے وابستہ رہے۔ اور ڈکٹیٹر شپ کے خلاف اپنے قلم سے جہاد کرتے رہے۔

www.urduchannel.in

مسلم یونیورسٹی کا پہلا گریجویٹ ہندو تھا

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی سر سید احمد خاں کے یوم پیدائش کے موقع پر اے ایم یو اولڈ بوائیز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک پروگرام ہوا۔ یہ جلسہ فیض آباد کے علی گڑھ اولڈ بوائیز کے جانب سے جہالت کے خلاف سر سید احمد خاں کو خراج عقیدت پیش کرنے اور سر سید کے پیغام کو ہر خاص و عام تک پہونچانے کیلئے منایا گیا۔

ڈاکٹر ایم وائی خاں نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے سر سید کے خیالات اور تعلیم سے ان کے لگاؤ کا ذکر کیا۔ انھوں نے بتایا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے گریجوئٹ ہونے والا پہلا طالب علم ہندو تھا۔ ایسوسی ایشن کے نائب صدر ڈاکٹر عرفی نے اپنے والد مرحوم کے ساتھ علی گڑھ کے پہلے سفر کے دوران ٹرین پر ملنے والے ایک طالب علم کی تہذیب اور بات چیت سے متاثر ہونے والے واقعہ کا ذکر کیا جب علی گڑھ اسٹیشن پر پہونچ کر الگ ہوتے وقت اس نے اپنا نام اشوک کمار بتایا تو انہیں بہت اچھا لگا۔ جلسہ کی صدارت کمیٹی کے صدر ڈاکٹر ایم وائی خان نے کی اور نظامت کے فرائض ڈاکٹر عرفی نے انجام دئے۔

انٹر نیٹ کے بانی جان پوسٹل کا انتقال

پچپن سالہ جان پوسٹل کا انتقال دل کے والو کی تبدیلی کے دوران پچھلے مہینے ہوا۔ یونیورسٹی آف ساؤتھرن کیلی فورنیا کے انفورمیشن ڈپارٹمینٹ کے ڈائرکٹر جان پوسٹل کو "گارڈ آف انٹرنیٹ" بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے حال ہی میں امریکہ سرکار کو انٹرنیٹ پر لگی سرکاری پابندیوں کو ہٹانے کیلئے کہا تھا۔ جان پوسٹل نے ۱۹۷۰ء کی دہائی میں کمپیوٹر نیٹ ورک کو پھیلانے کیلئے کام کرنا شروع کیا تھا۔ جو آگے چل کر انٹرنیٹ کے نام سے مشہور ہوا۔

ترقی پسند ادب کا ترجمان

گفتگو

مدیر: سید احمد شمیم

قیمت ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ پرنسیس بلڈنگ، جے جے کورنر، ممبئی۔ ۳

www.urduchannel.in

○احمد یوسف

ہماری فلموں میں غیر سماجی میلانات

ادھر ہماری کچھ فلموں میں یہ THEME پیش کیا گیا ہے کہ عورتیں ہر قسم کے مظالم کا شکار ہیں کہ سماج MALE BASED ہے۔

سماج میں مرد بھی ہوتے ہیں، عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ کچھ سماج ایسے ہیں جہاں عورتوں کے مقابلے میں مرد کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور کچھ ایسے ہیں جہاں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اپنی مخصوص جسمانی ساخت اور فطری جبلتوں کی بنا پر کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو صرف مرد کرتے ہیں اور کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جنہیں صرف عورتیں انجام دیتی ہیں اور یہ مسئلہ تقسیم عمل کا نہیں ہوتا ہے بلکہ اشتراک عمل کا ہوتا ہے۔ از آدم تا ایں دم ہر مہذب سماج میں یہی ہوتا ہے۔ بجز اس کے کہ کچھ قبائل ایسے ہیں جن میں مردوں کے کام عورتوں نے سنبھال لئے ہیں اور مردوں نے عورتوں کے اس طرح انہوں نے ایک نام نہاد FEMALE BASED سوسائٹی قائم کی ہے۔ لیکن اگر ان قبائلیوں سے بھی پوچھا جائے تو وہ اپنی سوسائٹی کی اس تشکیل کے متعلق یہی کہیں گے کہ یہ رسم ان کے یہاں ایک زمانے سے چلی آرہی ہے اور عورتوں اور مردوں میں باہمی اشتراک کا ماحول ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے ہر طرح معاون ہیں اور کوئی بھی امر ان کے درمیان مابہ النزاع نہیں ہے۔

لیکن عورتوں کی آزادی کے دور میں اس نوع کی اصطلاحات وضع کر کے عورتوں اور مردوں کے درمیان ایک مستقل تصادم پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس سے افراد اور خاندان متاثر ہوتے ہیں جو سماج کی بنیادی اکائیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ مردوں پر ہزاروں صفحے کی تنقید لکھ دیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ لیکن اگر آپ نے عورتوں کے خلاف دو ایک جملے بھی لکھ دیے تو کہا جائے گا کہ آپ MALE CHAUNINISM کے شکار ہیں۔

اب اس تمہید کے بعد ادھر کی دو فلموں کو لیجئے یہ دو فلمیں ہیں "بازار" اور "ارتھ" میں حیدر آباد کے متوسط طبقے اور نچلے متوسط طبقے کے مسلمانوں کے ارد گرد کہانی گھومتی ہے۔ یہ وہ طبقے ہیں جو نظام حکمرانی کے خاتمے کے بعد ہندوستان کے نئے سماجی فریم ورک میں انتہائی زبوں حالی کا شکار ہیں۔ فلم میں حیدر آباد کا یہ متوسط اور نچلا متوسط طبقہ ہندوستان کے عام مسلم متوسط طبقے اور نچلے متوسط طبقے کا ٹائپ بن کر ابھرتا ہے۔ ان کے پاس لڑکیوں کی بہتات ہے اور ان کا کوئی معقول ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔

ایسے میں ایک متوسط العمر مسلمان مشرق وسطی کی کمائی ہوئی دولت لے کر آتا ہے۔ اس نے اب

www.urduchannel.in

تک شادی نہیں کی ہے۔ لہذا وہ اپنے ایک دوست کی محبوبہ سے کہتا ہے کہ وہ اس کیلئے لڑکی تلاش کرے۔ لڑکی کا کہیں اتا پتہ نہیں ہے لیکن پوری ایک بارات پارٹی شادی کی غرض سے حیدر آباد کیلئے چل کھڑی ہوتی ہے۔

حیدر آباد میں اس ادھیڑ شخص کو ایک ایسی کم عمر لڑکی پسند آجاتی ہے جو پہلے ہی ایک نوجوان کو دل دے چکی ہے اور دونوں کے درمیان عہد و پیمان ہو چکے ہیں۔ لڑکی کے باپ کے پاس اس سے بھی بڑی لڑکی موجود ہے۔ وہ پہلے تو انکار کرتا ہے لیکن مشاطہ اور سوچتا پاٹل کے سمجھانے بجھانے پر وہ شادی کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس شخص کے پاس مشرق وسطی کی کمائی ہوئی دولت ہے، بڑی آسامی ہے، اس کی مدد سے بڑی لڑکی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ اس طرح دو محبت بھرے دل ایک دوسرے سے جدا کر دیئے جاتے ہیں۔

یوں یہ مسئلہ خالص اقتصادی تھا لیکن نصیر الدین شاہ فلمساز کا MOUTH PIECE بن کر ایک لمبی چوڑی تقریر کرتا ہے جس کا لب لباب یہ تھا کہ مردوں نے عورتوں کو ہمیشہ اپنی ہوس کا نشانہ بنایا ہے اور کنیزوں سے اپنے حرم آباد کئے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ سوچتا پاٹل بھی نوجوان لڑکی کی خودکشی کے بعد کہتی ہے کہ "وہ اس سازش میں برابر کی شریک تھی" لیکن اگر کنیزوں کی تجارت ہوتی رہی ہے تو غلاموں کے بازار بھی تو آباد ہو رہے ہیں۔ ایک ادھیڑ عمر کے مرد سے نوجوان لڑکی کا باپ، اپنی لڑکی کی شادی کرنے کیلئے یوں تیار ہو گیا کہ اسے ایک اور لڑکی بھی بیاہنی تھی، اور وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس متمول آدمی کی مدد سے بڑی لڑکی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ بھلا فاروق شیخ (چھوٹی لڑکی کا محبوب) جو خود رکشا چلاتا ہے، گھر کے اس بھیانک مسئلے کو کیونکر حل کر سکتا ہے۔

فلم میں لڑکیوں کا بازار دیکھ کر کلیجہ پھٹنے لگتا ہے پیوند لگے کپڑوں میں ملبوس عورتوں کی جواں سال بیٹیاں، ان کے سینے پر سل بن کر دھری ہوئی ہیں۔ عالم یہ ہے کہ ادھیڑ تو ادھیڑ اگر انہیں کھاتا پیتا بوڑھا داماد بھی مل جاتا تو وہ اپنی لڑکیاں اس سے بیاہنے کو تیار ہو جاتیں۔ ایسے میں ہمیں اس بھیانک اقتصادی زبوں حالی کو دور کرنے کی بات سوچنی چاہئے۔ یہ کہنا کہ چونکہ سوسائٹی MALE BASED ہے اس لئے لڑکیوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، مسئلے کو OVER SIMPLIFY کرنے کے مترادف ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ مسئلے کو غلط رخ دینے کی مذموم کوشش ہے۔

فلم "ارتھ" ایک شوہر (کل بشن کھر بندا) ایک بیوی (شبانہ اعظمی) اور ایک فلمی ہیروئن (سوچتا پاٹل) کی تثلیث بناتی ہے۔ شوہر اپنی تیز مزاجی کے سبب کسی ایک نوکری پر زیادہ دنوں تک نہیں ٹکتا۔ بیوی کو اپنے گھر کی خواہش ہے۔ وہ ایک بے انتہا شکست حال ماضی سے اس زندگی میں آئی ہے۔ اور اس زندگی کا حال بھی شوہر کی بے اعتدالیوں کے سبب دگرگوں ہے، بالآخر اس کا شوہر اس کیلئے ایک فلیٹ خرید دیتا ہے۔ شوہر کا ایک فلمی ہیروئن سے تعلق ہے۔ ہیروئن یہ جانتی ہے کہ اس کی ایک بیوی بھی ہے لیکن بیوی کو ایک عرصے تک اس بات کی خبر نہیں ہوتی کہ اس کا شوہر ایک ہیروئن سے جنسی تعلقات رکھتا ہے۔ جب بیوی کو اس بات کی خبر ہوتی ہے تو وہ سخت برہمی کا اظہار کرتی ہے۔ شوہر زیادہ تر فلمی ہیروئن کے ساتھ

www.urduchannel.in

رہنے لگتا ہے۔

ایک پارٹی میں بیوی ہیروئن سے ملتی ہے تو اسے غصے میں ۔۔۔ تی ہے کہ رنڈی غیر مرد کے ساتھ بستر میں رہنے کا ۔۔۔ جانتی ہے۔ اس کے بعد ہیروئن پر دیوانگی کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ ادھر شوہر، بیوی پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسے ہیروئن کا شکر گذار ہونا چاہئے کیونکہ وہ فلیٹ جس میں وہ رہ رہی ہے ہیروئن ہی کا دیا ہوا ہے۔ تب ہیروئن کے بے حد اصرار پر شوہر بیوی کے پاس طلاق نامہ لے کر آتا ہے۔ چونکہ بیوی کیلئے یہ بات غیر متوقع نہیں تھی اس کا شوہر اسے طلاق دے دیگا، اسلئے چپ چاپ طلاق نامے پر دستخط کر دیتی ہے۔ لیکن اخلاقی انحطاط کی حد یہ ہے کہ شوہر بیوی سے کہتا ہے کہ یہ طلاق نامہ تو محض دکھاوے کی کاروائی ہے، ہم لوگ اس طلاق کے بعد بھی میاں بیوی کی طرح رہیں گے۔

اس کے بعد بیوی فلیٹ چھوڑ کر WORKING WOMENS HOSTEL میں رہنے لگتی ہے۔ یہاں اس کی ایک دوست جو اس کی ROOM MATE ہے اسے جینے کا ڈھنگ سکھاتی ہے۔ "سوچو کہ مرد تمہیں کیا نہیں دیتا اس کے عوض وہ اگر تمہارا جسم مانگتا ہے تو تم کیوں بھاگتی ہو یہ گویا اس نئے معاشرے میں GAREERIST لڑکیوں کا موقف ہے

بیوی کی نوکرانی کا شوہر شرابی اور آوارہ ہے۔ وہ اس سے زبردستی وہ رقم چھیننا چاہتا ہے جو اس نے اپنی بچی کی پڑھائی کے لئے جمع کی تھی، اس پر وہ اسے قتل کر دیتی ہے اور پھر خود کو پولس کے سامنے پیش کر دیتی ہے۔ اس کی گرفتاری کے بعد، بیوی جسے کوئی اولاد نہیں ہے، اس کی بچی کو اپنی بیٹی بنا لیتی ہے۔ تب ایک نوجوان موسیقار اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ ادھر اس کا سابق شوہر بھی اسے دوبارہ بیوی بنانا چاہتا ہے۔ اس پر وہ اس سے ایک سوال کرتی ہے۔ "اگر میں کسی دوسرے مرد کے پاس رہ کر تمہارے پاس واپس آتی تو کیا تم مجھے قبول کر لیتے؟" وہ کہتا ہے "نہیں" اس طرح وہ دونوں کی پیشکش ٹھکرا دیتی ہے۔ یوں بھی وہ زندگی کی معنویت (ارتھ) سے کماحقہ روشناس ہو چکی ہے۔ اس نے ایک بچی کو پال لیا ہے اور اب اس بچی کی پرورش اور اس کی تعلیم و تربیت اس کی زندگی کا MISSION بن چکا ہے۔

فلم میں طلاق کے بعد بھی عورت اور مرد زن و شوہر کی طرح رہ سکتے ہیں؟ یہ فلم اس سماجی ماحول میں گھر کے تصور (یعنی میاں، بیوی اور بچے) کی یکسر نفی کرتی ہے اور آخر میں ہمیں فلم دیکھ کر یہ سبق ملتا ہے کہ عورتوں پر یوں ظلم ہو رہے ہیں کہ سوسائٹی MALE BASED ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج تک سبھی مہذب سماج میں عورت اور مرد ایک دوسرے کیلئے ملازم و ملزوم رہے ہیں۔ اور سماج ان دونوں کے باہمی تعاون اور اشتراک عمل سے آگے بڑھا ہے۔ MALE BASED کی اصطلاح ہی ایک سرد جنگ اور ایک باہمی کشمکش کا تصور دیتی ہے۔

یا جیسا کہ میں نے اوپر کی سطروں میں تحریر کیا ہے کہ کچھ قبائلی سماج ایسے ہوتے ہیں اور اب بھی کہیں کہیں موجود ہیں، جہاں عورتوں نے مردوں کے کام سنبھال رکھے ہیں اور مردوں نے عورتوں کے۔ ان میں POLYANDRY (کئی کئی شوہر رکھنے کا رواج) کی رسم بھی ملتی ہے۔

تو کیا ہمارے فلم ساز ہمیں ان ہی قبائلی آبادیوں میں پہنچانا چاہتے ہیں؟

□□

www.urduchannel.in

اکبر الہ آبادی

کہیں دل ہوں کہیں میں باعثِ بے تابیِ دل ہوں
کہیں انداز بسمل ہوں کہیں میں ناز قاتل ہوں

کہیں تمکین خوبی ہوں کہیں ہنگامۂ الفت
کہیں رنگِ رُخِ گل ہوں، کہیں شورِ عنادل ہوں

کہیں جلوہ ہوں صحت کا، کہیں ہوں شاہدِ معنی
کہیں ہوں محملِ لیلیٰ، کہیں لیلائے محمل ہوں

کہیں ہوں ولولہ دل کا، کہیں ہوں ضبط عاقل کا
روانی میں کہیں دریا کہیں رکنے میں ساحل ہوں

●●

حسرت

روشِ حسنِ مراعات چلی جاتی ہے
ہم سے اور ان سے وہی بات چلی جاتی ہے

اس جفا جو سے بہ ایمائے تمنا اب تک
ہوسِ لطف و عنایات چلی جاتی ہے

مل ہی جاتے ہیں پشیمانیِ غم کے اسباب
شوقِ حرماں کی مدارات چلی جاتی ہے

ہم سے ہر چند وہ ظاہر میں خفا ہیں لیکن
کوششِ پرسشِ حالات چلی جاتی ہے

دن کو ہم ان سے بگڑتے ہیں وہ شب کو ہم سے
رسمِ پابندیِ اوقات چلی جاتی ہے

اس ستم گر کو ستم گر نہیں کہتے بنتا
سعیِ تاویلِ خیالات چلی جاتی ہے

نکتہ یار سے پالیتے ہیں دل کی باتیں
شہرتِ کشف و کرامات چلی جاتی ہے

حیرتِ حسن نے مجبور کیا ہے حسرتؔ
وصلِ جاناں کی یوں ہی رات چلی جاتی ہے

●●

www.urduchannel.in

ناسخ

مہندی سے ہے شعلہ ، قدم اس رشک پری کا
پاپوش نے سیکھا ہے چلن کبک دری کا

پاکان ازل کو نہیں پروائے نسب بھی
عیسیٰ کو ضرور کچھ نہ ہوا بے پدری کا

نکلے جو ہوا وار پہ وہ برق تجلی
کیوں کر نہ ہو عالم کو گماں تخت پری کا

پُر رعب زمیں کو چہ قاتل کی ہے ایسی
ٹھہرے نہ جہاں نقش قدم رہ گذری کا

دیوان میں سادی ہی جگہ چھوڑ دی میں نے
مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا

پیری میں کے زیست کی امید ہے ناسخ
ناداں ! کوئی جھونکا ہے نسیم سحری کا

●●

سراج اورنگا آبادی

خبر تحیر عشق سن ، نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

شہ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی

کبھی سمت غیب سیں کیا ہوا کہ چمن ظہور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہو سو ہری رہی

نظر تغافل یار کا گلہ کس زباں سیں بیاں کروں
کہ شراب صد قدح آرزو خم دل میں تھی سو بھری رہی

وہ عجب گھڑی تھی میں جس گھڑی لیا درس نسخہ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق میں جوں دھری تھی تیوں ہی دھری رہی

ترے جوش حیرت حسن کا اثر اس قدر سیں یہاں ہوا
کہ نہ آئینہ میں رہی جلا نہ پری کوں جلوہ گری رہی

کیا خاک آتش عشق نے دل بے نوائے سراج کوں
نہ خطر رہا نہ حذر رہا مگر ایک بے خطری رہی

●●

www.urduchannel.in

○ایم اسلم

1333.35 روپئے والی مابعد جدیدیت

یہ اپن کا چیلا کلو بھی عجیب ہے۔ محلوں میں بھائی گیری کرنے کے ساتھ ساتھ اسکو ادب ودب کا بھی انٹریسٹ ہے۔ کل اپن کے پاس آکر بولا بھائی یہ مابعد جدیدیت کیا ہوتا ہے ؟ادھر اپن اسکا بہت چرچا سن رے لا ہے۔ اپن نے اسکو بولا دیکھ چھوٹے یہ ادب ودب کا چکر اپن کو کیا معلوم یہ تو پڑھے لکھے لوگوں کی باتیں ہیں پن وہ مانا نہیں۔ لاسٹ میں اپن نے قمر سے مل کر پوچھ تاچھ کی۔ اپنا قمر ادب کا پکا کیڑا ہے۔ بہت سارا بکس اسکے پاس ہے پن اس نے بولا اسکو بھی مابعد جدیدیت کے بارے میں جاستی معلومات نہیں ے اسنے اپن کو بولا تم مکتبہ جامعہ چلے جاؤ ادھر سرور حسین برانچ انچارج ہے۔ وہاں تم کو مابعد جدیدیت پر کتابیں ملیں گی اسے پڑھ لو شاید تمہیں کچھ سمجھ میں آجائے سرور سے ملنے پر اپن سمجھ گیا کہ یہ ادب کا سبرا فیم سوامی ہے۔ ادب کا کوئی بھی پرابلم ہو وہ سول کردے گا۔

ادھر مابعد جدیدیت پر اتنا موٹا موٹا کتاب تھا کہ اسکول کا ٹائم یاد آگیا اس لئے اپن نے کوئی کتاب نہیں خریدی لیکن سرور بھائی نے اپن کو بولا کہ تم ڈائرکٹ گوپی چند نارنگ سے بات کرو وہی چھ مابعد جدیدیت کا "D" ہے۔

سرور بھائی نے اپن کو نارنگ جی کا نمبر بھی دیا۔ اپن نے سیدھا S.T.D. میں جاکر نارنگ جی کا نمبر ڈائل کیا۔

فون لگتے ہی اپن بولا "ہاں جی ہم کو گوپی چند نارنگ صاحب سے بات کرنے کو مانگتا ہے"

ادھر سے آواز آئی "جی میں گوپی چند نارنگ عرف ڈاک دریدا عرف مشل فوکو عرف رولاں بارت عرف لیوتار عرف ایڈمنڈ۔۔۔"

"ارے نہیں صاحب اپن کو مابعد جدیدیت والے گوپی چند نارنگ سے بات کرنے کو مانگتا ہے" اپن نے اتنا لمبا نام سن کر اسکو بیچ سے ہی کٹ کردیا۔ تو وہ بولا

"جی جی میں ہی مابعد جدیدیت والا گوپی چند نارنگ ہوں"

اور اپن کا کھوپڑی گھوم گیا اتنی لمبی مابعد جدیدیت ! پھر اپن نے نارنگ جی سے مابعد جدیدیت پر پوچھ تاچھ کی پن کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا اوپر سے S.T.D. والے کا 1333.35 روپئے کا بل بھی ہوگیا۔ پن ایک بات تو ضرور ہے بیڑو اگر ایک بار نارنگ جی کا مابعد جدیدیت سیکھ گیا نا تو کتنا بڑا بھی کرائم کرو پولس والا کچھ بھی اگلوا نہیں پائے گا کیونکہ مابعد جدیدیت سیکھنے کے بعد اپن جو کچھ بھی بولے گا وہ اس کی سمجھ میں ہچ نہیں آئے گا۔

□□

www.urduchannel.in

خطوط

اچھی کوشش ہے

تمھاری نسل کے پاس کوئی پرچہ نہیں تھا اور عموماً دیگر ادبی رسالے نئی نسل کو اتنا نمایا شائع نہیں کرتے ہیں لہذا تم نے پرچہ نکال کر اپنی نسل اور اپنے بعد آنے والی نسل کیلئے بھی روشنائی میں چھپ کر آنے کیلئے گراؤنڈ عطا کر دیا ہے۔ رسالے کا گیٹ اپ کچھ خاص نہیں پھر بھی امید ہے کہ تم لوگ اس بہترین بنانے کی کوشش کرو گے۔

غزال ضیغم
میرابائی مارگ، لکھنؤ

سرورق سے مار کھا گیا

کتنا پیارہ پرچہ نکالا ہے تمام ادبی آلائشوں سے پاک خوبصورت غزلوں، نظموں اور مضامین کا انتخاب نئی نسل کی یہ کوشش بہت حد تک کامیاب ہے۔ لیکن بھائی سچ بات یہ ہے رسالہ سرورق سے مار کھا گیا ہے۔

سہیل احمد صادق
لوہریاسرائے، دھنباد، بہار

رفیہ شبنم عابدی کی غزل اچھی لگی

رسالہ اپنے مواد کے اعتبار سے بہت جامع ہے۔ لگ بھگ تمام نظمیں، غزلیں، مضامین عمدہ ہیں۔ خاص طور سے ڈاکٹر رفیہ شبنم عابدی صاحبہ کی غزل پسند آئی۔

عثمان وہاب
سوموار پیٹھ، پونہ

عروض کا کالم اچھا ہے

عبید اعظم اعظمی صاحب کا کالم علم عروض خاص کر ہم طلبہ کیلئے خصوصی اہمیت رکھتا ہے دراصل عروض ہمارے کورس میں ہے۔ لہذا آپ سے درخواست ہے کہ اس کالم کو جاری رکھیں اور عروض کی بنیادی معلومات پر بات چیت کریں تو ہمارے لئے زیادہ سود مند ہوگا۔

ثمینہ انصاری
شبلی کالج، اعظم گڑھ، یوپی

نوجوان نسل کی کوشش کو مبارکباد

آپ لوگوں نے رسالہ نکال کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اردو زبان ابھی مسلسل زندہ رہے گی۔ ارے بھئی! جس زبان کی نوجوان نسل اتنا اچھا پرچہ نکال سکتی ہے وہ زبان ختم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں نوجوان نسل کی کوشش کو مبارک باد دیتا ہوں۔

ڈاکٹر اسلم
ممبئی

www.urduchannel.in

بڑی زبان کا زندہ رسالہ

ادب آرٹ اور کلچر کا ترجمان

سہ ماہی ذہن جدید

ترتیب: زبیر رضوی

پتہ: فلیٹ نمبر ۷، چوتھا منزلہ، کوسموپارٹینٹ، لین ۱۲، ذاکر نگر، دہلی۔ ۲۵

قلمکار اور قاری کے درمیان ایک پل

سہ ماہی نیا ورق

ترتیب: ساجد رشید

پتہ: 36/38 آلوپارو بلڈنگ، چوتھا منزلہ، کراس لین، ممبئی۔ ۹

www.urduchannel.in

LITERARY MAGAZINE *URDU CHANNEL* MONTHLY

NOVEMBER - 1998

7/3121 GAJANAN COLONY, GOVANDI, MUMBAI-43

اردو چینل کا اگلا شمارہ

بابری مسجد نمبر ہوگا

اردو چینل کا دوسرا شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ پہلے شمارے کی بے پناہ مقبولیت کے بعد ہمارے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔ اور اسی حوصلے کے سہارے ہم دسمبر میں اردو چینل کا بابری مسجد نمبر نکال رہے ہیں۔

جھلکیاں:

مضامین :

● شمس الرحمان فاروقی ● یز مسعود ● شمیم طارق ● سرفراز آرزو ● شکیل رشید
● عذرا پروین ● ایم اسلم ● حبیب جعفری

شاعری:

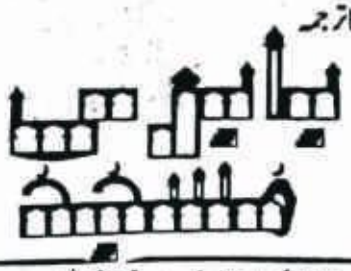

● کیفی اعظمی ● باقر مہدی ● ستندر ورما (ہندی) ● عذرا پروین ● عبید اعظم اعظمی
● پرویز فرید

اور ساتھ ہی ساتھ ایک ہندی کہانی کا ترجمہ
'جے شری بھگوان'
اور سب سے بڑھ کر بحث میں

"ہماری رائے ہے کہ بابری مسجد کے مسئلے کو کوئی لال کرشن اڈوانی کوئی اٹل بہاری واجپئی کوئی ملائم سنگھ یادو کوئی لالو پرساد یادو حل نہیں کر سکتا کیونکہ اب بابری مسجد کے تعلق سے ہندو اور مسلمان ایماندار نہیں رہے لہٰذا اس مسئلے کے حل کیلئے ہمیں کسی تیسرے ــــــــ"

(قمر صدیقی)

www.urduchannel.in